Regd No. P/GDP-3
Phone No. 35
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ
ہفت روزہ
بدر
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان
خصوصی اشاعت
شمارہ ۱۲
"خدا تعالیٰ چاہتا ہے
کہ اُن تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں
میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب
کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف
کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے
یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دُنیا میں
بھیجا گیا ہوں۔ سو تم اِس مقصد کی پیروی کرو مگر
نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے"۔
(الوصیّت صفحہ ۱۰-۱۱)
تصنیف حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام
ادارہ تحریر
ایڈیٹر:- خورشید احمد انور
نائب:- بشارت احمد حیدر

ہفت روزہ بدر قادیان

مسیح موعودؑ نمبر

بابت

١٨ رجب ١٤٠٧ ہجری

مطابق

١٩ امان ١٣٦٦ ہش

١٩ مارچ ١٩٨٧ء

جلد: ٣٦ | شمارہ: ١٢

شرحِ چندہ

سالانہ ——— ٤٥ روپے
ششماہی ——— ٢٣ روپے
ممالکِ غیر بذریعہ بحری ڈاک — ١٦٠ روپے
فی پرچہ ——— ایک روپیہ
خاص نمبر ——— دو روپے

ادارِیّہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ

٢٣ مارچ ١٨٨٩ء کا دِن وہ نہایت مُبارک اور پُر عظمت دِن ہے جس میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باذنِ الٰہی لدھیانہ میں پہلی بیعت لے کر جماعتِ احمدیہ کا سنگِ بُنیاد رکھا۔ حضور انورؑ کو بیعت لینے کا حُکم ربّانی جن الفاظ میں پہنچا وہ یہ تھے :۔

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (اشتہار یکم دسمبر ١٨٨٨ء)

یعنی جب تُو عزم کرلے تو اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر۔ اور ہمارے سامنے اور ہماری اِس وحی کے تحت (نظامِ جماعت) کی کشتی تیار کر۔ جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے، اللہ تعالےٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوگا۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ و السلام کی طبیعت اِس بات سے کراہت کرتی تھی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اِس سلسلۂ بیعت میں داخل ہو جائیں اور دِل یہ چاہتا تھا کہ اِس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے۔ اور کچّے نہیں ہیں۔ اِس لئے حضورؑ کو ایک ایسی تقریب کی انتظار رہی کہ جو مخلصوں اور منافقوں میں امتیاز کرکے دِکھلائے۔ سو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی کمال حکمت و رحمت سے وہ تقریب نومبر ١٨٨٨ء میں بشیر اوّل کی وفات سے پیدا کردی۔ مُلک میں ایک شدید مخالفانہ ردِّعمل ہُوا۔ خام خیال لوگ بدظن ہو کر الگ ہوگئے۔ حضورؑ کی نِگاہ میں یہی موقعہ اِس بابرکت سلسلہ کے آغاز کے لئے موزوں قرار پایا۔ اور حضورؑ نے یکم دسمبر ١٨٨٨ء کو ایک اِشتہار کے ذریعہ سے بیعت کا اعلانِ عام فرمادیا۔

یہ بھی عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ اِدھر حضورؑ نے ١٢ جنوری ١٨٨٩ء کو وہ دسؔ شرائطِ بیعت شائع فرمائیں جو جماعتِ احمدیہ میں داخلہ کے لئے بُنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اُدھر اسی تاریخ کو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہٗ تولّد ہوئے۔ اِس طرح جماعتِ احمدیہ اور پسرِ موعود کی پیدائش توام ہُوئی۔

بہرحال ٢٣ مارچ ١٨٨٩ء کو لدھیانہ کے کمرۂ بیعت میں حضورؑ نے سب سے پہلے حضرت مولانا نُور الدین رضی اللہ عنہٗ (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) کی بیعت لی۔ اور اس طرح یہ مقدّس سلسلہ صدق و صفا، عجز و اِنکسار اور مثالی وفاداری کی بُنیاد پر قائم ہوگیا ؎

پسند آتی ہے اُس کو خاکساری ؛ تذلّل ہے رہِ درگاہِ باری!

اِس مقدّس سلسلہ کے قائم ہونے کے ساتھ ہی ایک ایسی سبق آموز مثال قائم ہوگئی جو ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُس زمانہ کے ایک نامور عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو دعویٰ مسیحیت سے قبل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے تقویٰ و طہارت سے اس قدر متاثر تھے کہ حضور انورؑ کی معرکۃ الآراء تصنیف براھین احمدیہ پر ریویو کرتے ہُوئے انہوں نے اپنے رسالہ اِشاعۃ السُّنّہ میں لِکھا کہ :۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجُودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اِسلام میں تالیف نہیں ہوئی ...... اور اس کا مؤلف بھی اِسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نُصرت میں ایسا ثابت قدم نِکلا ہے جس کی نظیر پہلے مُسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔" (اِشاعۃ السُّنّۃ جلد ہفتم)

لیکن جب حضورؑ نے بیعت کا سلسلہ شروع کیا اور دعویٰ مسیحیت پر مشتمل فتح اسلام اور توضیح مرام کی تصانیف منظرِ عام پر آنے لگیں تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اِس بات پر غُصّہ آیا کہ اِس سلسلہ میں مجھ سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے مامُور تو محض اللہ تعالےٰ کے ارشاد اور حُکم سے دعویٰ کرتے ہیں۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ مولوی صاحب موصوف نے لِکھا کہ ——"اِس رسالہ (فتح اسلام) کے دیکھنے اور سُننے سے مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا ہُوں کہ آپ نے اِس میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسیح موعود آپ ہی ہیں۔ اگر آپ کا یہی دعویٰ ہے تو آپ صرف "ہاں" یا "نَعَمْ" فرمادیں۔ زیادہ توضیح کی تکلیف نہ اُٹھادیں۔" حضرت اقدسؑ نے اِس کے جواب میں لکھا کہ آپ کے استفسار کے جواب میں صرف "ہاں" کافی ہے۔ اِس جواب پر مولوی صاحب آپے سے باہر ہوگئے۔ اور مخالفانہ مضامین اِشاعۃ السُّنّہ میں شائع کرنے شرُوع کر دیئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام نے فتح اسلام اور توضیح مرام کا ایک ایک نسخہ اُنہیں بھجواتے ہُوئے لِکھا کہ :۔

"مجھے اِس سے کوئی غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں..... کل مَیں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہُوئے دیکھا کہ **مَیں اکیلا ہُوں اور خُدا میرے ساتھ ہے**۔ اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہُوا کہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔"

پس ٢٣ مارچ کا دِن ہمارے لئے بے حد سبق آموز ہے کہ جو لوگ صدق و صفا، عجز و اِنکسار اور عہدِ وفاداری کے ساتھ الٰہی سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں وہ نعماءِ الٰہی کے چمکتے ہُوئے نشان اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اکیلے تھے۔ مگر آج کرۂ ارض پر حضور انورؑ کے ایک کروڑ سے بھی زیادہ جاں نثار موجود ہیں۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب کی انانیت کا یہ نتیجہ نِکلا کہ اُن کی قبر تک کا نشان مِٹ چکا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ ؎

کوئی اُس پاک سے جو دِل لگاوے ؛ کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

(عبدالحق فضل قائمقام ایڈیٹر)

اخبارِ احمدیہ

قادیان ١٤ امان (مارچ)۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارے میں موصولہ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق حضور پُرنور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت ہیں۔ الحمدُللہ۔ احبابِ کرام اپنے جان و دل سے محبوب آقا کی صحت وسلامتی اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کیلئے بالالتزام دُعائیں جاری رکھیں۔

● — اخبار "ڈان" کراچی مجریہ ٧/٢/١٨ میں شائع شُدہ خبر کے مطابق اسیرانِ ساہیوال (پاکستان) کی طرف سے سپیشل فوجی عدالت ۶۲ کے فیصلہ کے خلاف لاہور ہائیکورٹ میں رِٹ پٹیشن دائر کی گئی ہے۔ جس پر ہائیکورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو مقدمہ کی کارروائی پر نظرِ ثانی کئے جانے تک سابقہ فیصلہ کو معرضِ التواء میں ڈالے جانے کے احکام دیئے ہیں۔

احبابِ جماعت اپنے اِن مظلوم بھائیوں کی باعزّت بریّت کے لئے بھی دردِ دل سے دُعائیں کرتے رہیں۔

● — مقامی طور پر جملہ درویشانِ کرام و احبابِ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ملک صلاح الدین ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔ نگران بورڈ بدر قادیان۔

وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب

تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھوگے

اگر تم نے حق کی طرف جُنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہُوا

ملفوظات سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

"عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسُول یا نبی یا محدّث اصلاحِ خلق کے لئے آسمان سے اُترتا ہے تو ضرور اُس کے ساتھ اور اُس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اُترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور برابر اُترتے رہتے ہیں جب تک کُفر و ضلالت کی ظلمت دور ہو کر ایمان اور راستبازی کی صُبحِ صادق نمودار ہو۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے، تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ سو ملائکہ اور رُوح القدس کا تنزّل یعنی آسمان سے اُترنا اُسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر اور کلامِ الٰہی سے شرف پاکر زمین پر نزُول فرماتا ہے۔ رُوح القدس خاص طور پر اُس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اُس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دُنیا کے مستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں۔ تب دُنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اُس نُور کا پرتَو پڑتا ہے اور تمام عالم میں ایک نُورانیت پھیل جاتی ہے اور فرشتوں کی پاک تاثیر سے خود بخود دلوں میں نیک خیال پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اور توحید پیاری معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور سیدھے دلوں میں راست پسندی اور حق جوئی کی ایک رُوح پھُونک دی جاتی ہے۔ اور کمزوروں کو طاقت عطا کی جاتی ہے۔ اور ہر طرف ایسی ہوا چلنی شروع ہو جاتی ہے کہ جو اس مُصلح کے مُدّعا اور مقصد کو مدد دیتی ہے۔ ایک پوشیدہ ہاتھ کی تحریک سے خود بخود لوگ صلاحیت کی طرف کھسکتے چلے آتے ہیں۔ اور قوموں میں ایک جُنبش سی شروع ہو جاتی ہے۔ تب ناسمجھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دُنیا کے خیالات نے خود بخود راستی کی طرف پلٹا کھایا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کام اُن فرشتوں کا ہوتا ہے کہ جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اُترتے ہیں۔ اور حق کے قبول کرنے اور سمجھنے کے لئے غیر معمولی طاقتیں بخشتے ہیں۔ سوئے ہوئے لوگوں کو جگا دیتے ہیں۔ اور مستوں کو ہُشیار کرتے ہیں اور بہروں کے کان کھولتے ہیں اور مُردوں میں زندگی کی رُوح پھُونکتے ہیں اور اُن کو جو قبروں میں ہیں باہر نکال لاتے ہیں۔ تب لوگ یکدفعہ آنکھیں کھولنے لگتے ہیں اور اُن کے دلوں پر وہ باتیں کھلنے لگتی ہیں جو پہلے مخفی تھیں۔ اور درحقیقت یہ فرشتے اُس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے اُسی کے چہرہ کا نُور اور اُسی کی ہمّت کے آثار جلیہ ہوتے ہیں جو اپنی قوتِ مقناطیسی سے ہر ایک مناسبت رکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک ہو یا دُور ہو اور خواہ آشنا ہو یا بیگانہ۔ اور نام تک سے بے خبر ہو۔ غرض اس زمانہ میں جو کچھ نیکی کی طرف حرکتیں ہوتی ہیں اور راستی کے قبول کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتے ہیں خواہ وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں یا امریکہ کے رہنے والوں میں وہ درحقیقت انہیں فرشتوں کی تحریک سے جو اس خلیفۃ اللہ کے ساتھ اُترتے ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ الٰہی قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور بہت صاف اور سریع الفہم ہے۔ اور تمہاری بدقسمتی ہے اگر تم اس پر غور نہ کرو۔ چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے، وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اُترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھوگے۔ یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تاکہ دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔ سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔ اگر فرشتوں کا نزول نہ ہُوا اور اُن کے اُترنے کی نُمایاں تاثیریں تم نے دُنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جُنبش کو معمول سے زیادہ نہ پایا تو تم یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہُوا۔ لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک سرکش قوم نہ ٹھیرو۔"

(فتح اسلام صفحہ ۱۹ تا ۲۳ حاشیہ)

خطبہ جمعہ

صد سالہ جوبلی کے جشن کے لئے بہت زیادہ محنت توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے

تمام جماعتیں اپنی اپنی اور ملکی حالات کو پیشِ نظر رکھ کر سوچنا شروع کریں کہ وہ کس طرح یہ جشن منائیں گی!

نئی تعمیرات، تبلیغی مساعی میں وسعت، جماعتی تربیت، اصلاح اور دعاؤں میں مداومت وغیرہ بہت سے پہلو خصوصی توجہ کے متقاضی ہیں

از سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۶ ر تبلیغ ۱۳۶۶ ہش مطابق ۶ ر فروری ۱۹۸۷ء۔ بمقام مسجد فضل لندن

مرتبہ:۔ مکرم عبد الحمید غازی صاحب۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

گزشتہ خطبے میں مَیں نے احباب جماعت کو بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جو صد سالہ جوبلی کے قریب تر آنے کے نتیجے میں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ جلسہ سالانہ جو قادیان اور پھر ربوہ میں منایا جاتا رہا اس کی تیاریاں تو قریباً ایک مہینہ، دو مہینہ پہلے منظرِ عام پر ابھر آیا کرتی تھیں اور جو مخفی تیاریاں ہیں بنیادی، وہ تو شروع سال سے چلا کرتی تھیں۔ تو اگر جلسہ سالانہ کے لئے اتنی ذمہ داریاں ہیں جنہیں ادا کرنا ہوتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے لئے جلسہ کی تیاریاں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ افسر جلسہ اور بعض اُن کے مستقل ساتھی؛ وہ جلسہ ختم ہوتے ہی پھر یہ جائزے لیا کرتے تھے کہ کیا کمزوریاں رہ گئی ہیں پچھلے جلسے میں۔ اور کیا ایسی مشکلات تھیں جن کا ازالہ آئندہ لازماً کرنا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ پھر چیزوں کی خرید و فروخت، آئندہ روٹی پکانے کی مشینوں کی تیاری۔ انتظامیہ ڈھانچہ تجویز کرنا اور اُن کی ذمہ داریاں اُن کو تقسیم کرنا۔ بہت سے ایسے کام تھے جو مسلسل جاری رہتے تھے۔ بیرکس (BARRACKS) کی تعمیر ہے۔ نئی جگہیں چاہئیں۔ ہر سال جماعت بڑھتی جاتی ہے اس کی وجہ سے وسعت پذیر ہے جلسے کا کام۔ تو

سو سالہ جشن کی تیاری کے لئے

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنی زیادہ محنت اور توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے۔ اور جو تیاریاں مخفی چل رہی ہیں، وہ تو مَیں نے بیان کیا تھا کہ بہت لمبے عرصے سے جاری ہیں۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ یہ منظرِ عام پر ابھرنے والی تیاریاں بھی شروع ہو جائیں۔ اور اس میں ساری جماعت کو حصہ لینا ہوگا۔

تمام ملکوں میں اس وقت سو سالہ جشن منانے والی منصوبہ کی کمیٹیاں قائم کی جا چکی ہیں۔ اور اُن ملکوں میں سے پھر کچھ گروہ بنا کر تین تین، چار چار، پانچ پانچ ملکوں کے ایسے گروہ بنا دیئے گئے ہیں جن میں علاقائی کمیٹیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ پھر ملکی سطح پر علاقائی سطح کے علاوہ مشرق و مغرب کی تقسیم کے لحاظ سے کانٹی نینٹس (CONTINENTS) کی تقسیم کے لحاظ سے مختلف اُن سے بالا کمیٹیاں بھی قائم ہیں۔ اور دو مرکزی کمیٹیاں ہیں۔ ایک جو تحریک جدید ربوہ میں کام کر رہی ہے۔ جو اب بھی جاری ہے۔ اور ایک جو بیرون ربوہ کے ممالک کو خصوصی ہدایات دینے اور ان کے کاموں کو مرتب کرنے اور ایک دوسرے سے باہم رابطہ پیدا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ وہ بھی گزشتہ سال سے بڑے انہماک سے کام کر رہی ہے۔ تو اب ضرورت یہ ہے کہ احباب جماعت اپنی اپنی صلاحیتیں اور اپنی تجاویز اپنے اپنے امراء کی وساطت سے ان کمیٹیوں کو پیش کریں۔ کیونکہ ہر سلسلے کے، ہر شعبہ زندگی کے ماہرین کی شدید ضرورت ہے۔ مردوں کی بھی ضرورت ہے، خواتین کی بھی، بوڑھوں کی، بچوں تک کی بھی ضرورت ہے کہ وہ اپنے اپنے رنگ میں، اپنے اپنے دائرہ کار میں اس صد سالہ جشن کو کامیاب بنانے کے لئے کیا محنت کریں گے۔ کیا خدمات سرانجام دیں گے۔ اس کی وہ وضاحت کریں۔ تب تو کمیٹیوں کی بھی راہنمائی ہوگی۔ منصوبے کے متعلق ایک تو

مرکزی منصوبہ

ہے جو ساری دنیا کی راہنمائی کے لئے مکمل ہو چکا ہے۔ کئی حصّے اس کے تنفیذ کے مراحل میں ہیں۔ یعنی ان پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ یا کچھ حصے پر ہو چکا ہے۔ کچھ علاقائی کمیٹیاں اس وقت اس منصوبہ کی روشنی میں خود غور کر رہی ہیں۔ لیکن ہر ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنا مقامی منصوبہ بھی بنانا چاہیئے۔ اور اس کے لئے یہ انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ مرکز کی طرف سے کب ہدایات آتی ہیں۔ کب اُن کی طرف سے بنا بنایا منصوبہ ملتا ہے۔ کیونکہ ہر ملک کی اپنی ضروریات ہیں۔ ہر ملک کے اپنے مسائل ہیں۔ ہر ملک کی جماعت کی قوت مختلف ہے۔ ہر ملک میں جماعت کے تعلقات حکومت والوں سے مختلف ہیں۔ مخالفتوں کا مقام بھی مختلف ہے درجہ بدرجہ۔ کہیں زیادہ مخالفت ہے کہیں کم۔ ملک میں انسانی آزادی کا معیار مختلف ہے۔ غرضیکہ اتنے اختلاف کی باتیں موجود ہیں کہ ایک مرکزی منصوبہ ہر ملک میں سو فیصدی چسپاں ہو ہی نہیں سکتا۔ شکلیں الگ الگ ہوں تو اس میں ایک مختلف شکل کی چیز کا بسا اوقات ایک دوسری شکل کی چیز میں فٹ بیٹھنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور پھر یہ کہ جو منصوبہ بنیاد سے اٹھے وہ بہت زیادہ حقیقی ہوتا ہے۔ جو باہر سے آتا ہے اس میں کچھ نظریاتی باتیں، کچھ غیر حقیقی سوچیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے مَیں نے مرکزی کمیٹی کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ بنیاد سے منصوبے اٹھوا کر اپنی طرف اُن کو حرکت دیں۔ اور منگوانے شروع کریں۔ اور ان کی روشنی میں اُن کو کچھ عمومی، عالمی منصوبوں میں بھی بہتر نقوش کا اضافہ کرنے کی توفیق ملے گی۔ اور جو عالمی منصوبہ مقامات تک پہنچے گا، ملکوں تک پہنچے گا اس کی روشنی میں وہ اپنی خامیاں دور کر سکنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اس لئے اب تمام ملک اپنے اپنے ہاں فوری طور پر اپنی طاقتوں اور ملکی حالات جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے ان کا اندازہ لگا کر یہ سوچنا شروع کریں کہ وہ کس طرح یہ جشن منائیں گے۔ اور اس کے خد و خال کو معین کر کے امیر کی وساطت سے اپنی علاقائی کمیٹی کو بھجوائیں۔ اور علاقائی کمیٹیاں اس کو نظرِ ثانی کرنے کے بعد پھر وہ مرکزی کمیٹیوں کو بھجوائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے کام ہیں جو فوری طور پر جاری ہونے والے ہیں۔ مثلاً تمام ترتیب میں ...

جشن کے لئے

نئی تعمیرات کی ضرورت

پیش آئے گی۔ اس کے متعلق ہمیں کیا کیا ضرورتیں ہیں، یہ تقریباً طے کر لی گئی ہیں۔ اور نقشہ بنانے کے لئے بعض آرکیٹیکٹس (ARCHITECTS) سے کہا گیا ہے کہ ان عمومی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کے نقشہ بنائیں۔ ضروری نہیں کہ ہر ملک میں ایک ہی معیار کی عمارت ہو۔ مگر نقشہ کم و بیش وہی ہوگا۔ کیونکہ بعض نمائشوں کے لئے بعض کتابوں کو سجانے کے لئے بعض دوسرے کاموں کے لئے خاص قسم کے کمروں کی، خاص شکل کے کمروں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو وہ عمومی نقشہ بھی تمام دنیا میں عنقریب بھجوا دیا جائے گا۔ جہاں تک ممکن ہو مقامی ذرائع سے ان عمارتوں کو بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور وقارِ عمل کا اس میں بہت دخل ہونا چاہیئے۔ اور ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ جماعت کا ہر طبقہ اس وقارِ عمل میں کسی نہ کسی طرح شامل ہو جائے۔ اور بوڑھے بھی، بچے بھی، عورتیں، مرد سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توفیق ملے کہ اس مرکزی نمائندہ عمارت میں ہم نے اپنی محنت کا بھی کچھ حصہ ڈال دیا ہے۔

جہاں تک مقامی توفیق کا تعلق ہے ہر ملک اپنی توفیق کو دیکھ کر عمارت کا معیار بنائے۔ اگر کہیں شاندار عمارت نہیں بنائی جا سکتی تو بانسوں کی تعمیر بھی ہو سکتی ہے۔ گھاس پھوس کے ساتھ اس کے خلاؤں کو بند کیا جا سکتا ہے۔ مٹی کی چھتیں بنائی جا سکتی ہیں۔ ان کو لیپا پوتا جا سکتا ہے تو یہ تصور نہ باندھ لیں کہ یہ عمارت، کوئی غیر معمولی قیمتی عمارت ہو۔ عمارت ضرورت کو پورا کرنے والی ہونی چاہیئے۔ اور توفیق کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد اس کو جس حد تک بھی ممکن ہو اگر انسان کا ذہن حسین تخیل رکھتا ہو تو غربت میں بھی وہ حسن پیدا کر لیتا ہے۔ بہت سے ممالک ہیں، ایک ہی معیار کے ہیں اقتصادی لحاظ سے۔ مگر بعض ممالک کے لوگ حسین تخیل رکھتے ہیں۔ وہ انہی ذرائع سے ایک خوبصورت چیز پیش کرتے ہیں اور بعض ممالک ان سے بڑھ کر ذرائع رکھنے کے باوجود نہایت بھدے منظر کی عمارتیں بناتے ہیں۔ ان کا ذہن بھدا ہے اور ان میں ایسا تخیل ہی نہیں کہ جو ان کے کو خوبصورت کر کے دکھائے۔ تو

جماعتِ احمدیہ کا تخیل بھی حسین ہونا چاہیئے

مذہب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غربت کے نتیجے میں بد زیبی پیدا ہو۔ بھدی چیز بنائی جائے۔ اس لئے ان دونوں شرطوں کو ملحوظ رکھ کے عمارتیں بننی چاہئیں کہ غربت میں حسن پیدا کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض نئے محاورے ایجاد کئے ان میں سے ایک یہ بھی بڑا خوبصورت محاورہ تھا کہ "ربوہ کو ایک غریب دلہن کی طرح سجاؤ"۔ دلہن تو بہرحال سجتی ہے، چاہے غریب ہو چاہے امیر ہو۔ اس لئے سجاوٹ آپ نے بہرحال کرنی ہے۔ مگر غریب ہیں تو غریب دلہن کی طرح سجیں۔ اور امیر ہیں تو امیر دلہن کی طرح سجیں اور سجائیں۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس میں مختلف طاقتوں اور مختلف صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ اور دوستوں کو اپنے کوائف مکمل طور پر جو شوق رکھتے ہیں کہ ان کو بھرپور حصہ لینے کا موقعہ ملے، ان کو چاہیئے کہ اپنے مکمل کوائف، اس طرح بھیجیں جس طرح نوکریوں کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔ اور کمیٹیوں یا امیر کے سپرد کریں کہ یہ یہ ہم کر سکتے ہیں۔ اور اس طرف ہمارا ذہن، طبعی رجحان ہے اور اس قسم کا وقت ہم آسانی سے دے سکیں گے۔ اور کتنا زیادہ سے زیادہ دے سکیں گے اس کی بھی تعیین کی جائے۔ یعنی اتنے ہم کے وقت سے مراد یہ ہے کہ رات کا وقت، صبح کا وقت، دن کا وقت، ہمہ وقت، جس نوعیت کی بھی کسی کو توفیق ہو وہ واضح کرے اور پھر مدت بھی معین کر دے۔ تو اس طرح ہمارے پاس مجموعی طور پر کام کرنے والے جتنے ہاتھ اور جتنے گھنٹے اور جتنے دماغ، جتنی صلاحیتیں ہوں گی، وہ یکجائی شکل میں جب کمیٹی کو نظر آئیں گی تو ان کا منصوبہ پھر حقیقی بنے گا۔ اور ان صلاحیتوں کے نتیجے میں ان کے ذہن اور ان کی سوچ میں بھی ایک لچک پیدا ہوگی۔ بعض چیزوں کی طرف خیال ہی نہیں جائے گا۔ جب ایک لکھنے والا بتائے گا کہ مجھ میں خدا کے فضل سے یہ یہ صلاحیتیں موجود ہیں تو اچانک ان لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اچھا یہ بھی ایک چیز تھی۔ اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

تو گراس روٹس (GRASS ROOTS) جس کو کہتے ہیں یعنی وہ گھاس کی جڑیں، وہاں سے منصوبہ اٹھے تو عظیم الشان منصوبہ ہوتا ہے۔ وہ سر کی طرف حرکت کرتا ہے اور پھر سر سے منتقل ہو کر اور مزید نقش و نگار کی درستی کے اور واپس پہنچتا ہے اور پھر ہر ہر جگہ جہاں جہاں اس منصوبے کو عمل میں لانا ہے وہاں کے اعضاء اس میں کام شروع کر دیتے ہیں۔

جہاں تک تبلیغ کا تعلق ہے

میں نے کہا تھا کہ ہر احمدی کو کم سے کم اب دو سال کے لئے دو احمدی تو پیش کرنے چاہئیں۔ گزشتہ محرومیوں کا اب ماضی میں جائے تو ازالہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن مستقبل کی طرف بڑھتے بڑھتے تو ازالہ ہو سکتا ہے بہت حد تک۔ تو دو کو آپ کم سے کم معیار سمجھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح پہلے ہم مالی تحریکوں میں چند آنوں سے شروع کر کے پھر بڑھاتے رہے یعنی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق۔ اور کیا وہ وقت تھا کہ دو دو پیسے کا ریکارڈ بھی کتابوں میں چھپ گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے کہ دو پیسے چندہ دیا ہے کسی نے۔ یہ درست ہے کہ وہ دو پیسے کروڑوں سے بڑھ کر مقدس تھے، کروڑوں سے بڑھ کر خدا کے ہاتھ مقبولیت پا گئے۔ کیونکہ وقت کے امام کی نظر میں آگئے اور اللہ کی تقدیر نے ان سے لکھوا دیا کہ فلاں شخص نے اتنے پیسے دئیے ہیں۔ لیکن اس کے بعد خدا کا فضل ایک دوسرے رنگ میں بھی نازل ہوا۔ دو پیسے، دو پیسے نہیں رہے بلکہ اس اخلاص کے معیار کے لوگوں کو خدا نے مالی وسعتیں عطا کیں۔ اور عملاً یہی ہے بات جو ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ یہ وہی دو پیسے ہیں جو بڑھ رہے ہیں۔ یا وہی چار آنے ہیں جو بڑھ رہے ہیں۔ یہ وہی چند روپے ہیں جو بڑھ رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اخلاص اور محبت سے پیش کئے گئے۔ جو برکت پا رہے ہیں۔ آج ہمارے ہاتھوں سے جب یہ نکلتے ہیں تو ہزاروں، لاکھوں بلکہ بعض دفعہ کروڑوں بن کے نکلتے ہیں۔ تو خدا کے فضل نے پیمانے مختلف کر دئیے۔ مگر سرچشمہ وہی ہے۔ وہی خلوص اور تقویٰ کا سرچشمہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں اور محنتوں کے نتیجے میں پیدا ہوا۔

پس اسی نہج پر ہمیں اب

تبلیغ میں بھی چندوں کا رنگ پیدا کر دینا چاہیئے

پہلے اتفاق سے، مربیوں اور مبلغوں کے علاوہ جب کبھی کوئی داعی الی اللہ اپنی تبلیغ کا پھل پیش کیا کرتا تھا تو بہت نمایاں دکھائی دیتا تھا۔ بیس تیس۔ چالیس چالیس ایسے دوست شروع میں پیدا ہونے شروع ہوئے تھے جب ہم نے انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ میں تحریک کی اس معاملے میں۔ اور بہت تھوڑے نتیجے تھے۔ لیکن اس کے باوجود بہت دکھائی دیتے تھے۔ اب ایک ایسا وقت آیا ہے کہ بعض داعین الی اللہ کے ذریعے بیسیوں کی تعداد میں، ایک ایک آدمی کے ذریعے بیعتیں ہو رہی ہیں۔ نئے گاؤں بن رہے ہیں۔ افریقہ سے جو رپورٹیں ملتی ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اب داعین الی اللہ کی کوششوں کا زیادہ دخل ہو گیا ہے بہ نسبت براہِ راست مبلغین کی کوششوں کے۔ اور اسی طرح ہونا بھی چاہیئے۔ مبلغ کا کام تو بالعموم تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے معاملے میں جماعت کو مستعد کرنا ہے۔ براہِ راست جتنا وقت ملے وہ بیشک تبلیغ کرے۔ لیکن مبلغ تیار کرنا اس کا کام ہے۔ اور اگر وہ یہ سمجھے کہ میں نے اگر اپنے نام ڈالے دس یا بیس آدمی تو میرا وقار بڑھے گا۔ اور اگر میں نے یہ لکھ دیا کہ دوسروں نے بنائے ہیں تو شاید میرا وقار کم ہو۔ اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو بہت ہی بے وقوف انسان ہے۔ مبلغ تو سب اجتماعی کوششوں کے پھل کا ذمہ وار ہے۔ اور اس کا ثواب اس کو ملے گا۔ اور مرکز کی نظر میں بھی وہ مبلغ زیادہ کامیاب ہے جس کے ماتحت عام احبابِ جماعت زیادہ مستعدی کے ساتھ خدا کے فضل اور رحم سے، اس کی توفیق کے ساتھ، زیادہ کامیاب تبلیغ کر رہے ہیں۔ اس سے کریڈٹ (CREDIT) کا جہاں تک تعلق ہے وہ سارا مبلغ ہی کا، یا مبلغوں ہی کا ہے۔ یعنی سارے سے مراد یہ ہے کہ اگر ان کو یہ فکر ہو کہ ہمارا کریڈٹ کم ہو جائے گا، تو اس فکر کو مٹا دیں دماغ سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون ہمیں بتایا ہے اور جو خدا نے آپ کو بتایا وہ تو بالکل

دنیا کے قانون سے مختلف

ہے۔ دنیا میں تو اگر ایک سے کریڈٹ لیکر دوسرے کو دے دیا جائے تو پہلے کی جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ دوسرے سے لے کر تیسرے کو دے دیا جائے تو دوسرے کی جھولی خالی ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون خدا سے علم پا کر جاری فرمایا اور وہی قانون جماعت میں جاری ہے، وہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی نیک بات کرے اور اس کا نمونہ دیکھ کر جو اس کی بات سن کر کوئی دوسرا بھی ویسا نیک کام کرے تو اس کو بھی اتنی ہی جزا ملے گی، وہ خدا کے نزدیک اسی طرح اس کا کریڈٹ پانے والا ہوگا جس طرح وہ کام کرنے والا ہے۔ اور پھر فرمایا اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ اس دوسرے شخص نے، جس نے کسی ایک سے سیکھ کر کام کیا ہے اس کے ثواب میں پہلے کو حصہ دار بنایا گیا ہے۔ فرمایا ہے اس کو بھی اتنا ملے گا۔ اور جس کی وجہ سے کسی نے توفیق پائی اس کو بھی اتنا ملے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جسے ہر احمدی کو

ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ اور کریڈٹ خدا کے ہاں بنتے ہیں۔ دُنیا کے کریڈٹ کی ویسے ہی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر تحریکِ جدید کے کھاتے میں کریڈٹ نہ بھی بن رہا ہو۔۔۔۔ یا انجمن کے کسی شعبے کے کھاتے میں نہ بھی بن رہا ہو تو بالکل اس کی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔۔۔۔ کریڈٹ ایک ہی ہے جو خُدا کے کھاتے میں بنتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی مضمون پر زور دیا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل!
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

سارا کریڈٹ خود پیش کر رہے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ کہ آپ نے ہمیں آگے بڑھنا سکھایا تو بڑھے۔ ورنہ ہمیں کہاں سے توفیق ملنی تھی۔ تو جہاں تک داعیین الی اللہ کا تعلق ہے اُن کا مزاج یہ ہونا چاہیئے۔ اُن کا بھی یہ مزاج نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم نے بنایا ہے۔ اپنے امیر کے سامنے۔ اپنے مُبلغ کے سامنے ان کا ادب اور احترام اور انکساری کا یہ انداز ہونا چاہیئے کہ جی خُدا نے توفیق دی ہے۔ لیکن آپ نے سکھایا تو توفیق ملی۔ آپ کا نیک نمونہ پکڑا تو توفیق ملی۔ سب کچھ آپ ہی کا ہے۔ اس رنگ میں اگر

باہمی تعاون اور محبت کے ساتھ

سارے داعین الی اللہ از سرِ نَو کام شروع کر دیں تو ایک بہت بڑے انقلابی دَور میں جماعت شامل ہو سکتی ہے۔ اور وہی دَور ہے جس کے دیکھنے کی تمنا لیئے ہوئے میں آج آپ کے سامنے یہ بات رکھ رہا ہوں۔ بعض دفعہ اس سے پہلے اب تک مُلکوں سے ہزارہا کی اطلاعیں تو آتی رہی ہیں۔ مگر آج تک لاکھوں کی بیعتوں کی اطلاع نہیں ملی۔ تو دُعا یہ کریں اور کوشش یہ کریں کہ اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے ہم معیار کے پیمانے بدل دیں بالکل۔ اور مُلک اب ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں جانچے جانے لگیں۔ اور کثرت سے ایسے نئے مُلک پیدا ہوں اور اوّلین کی صف میں شامل ہو جائیں جہاں سے یہ اطلاع مل رہی ہو کہ گزشتہ سال اتنے لاکھ تھی اب اتنے لاکھ ہیں۔ اب اتنے لاکھ ہیں۔ اب اتنے لاکھ ہیں۔ تو لاکھوں میں، اگر ہزاروں کو بدلنا ہے تو وقت کی کمی کے پیشِ نظر آپ کو احساس ہونا چاہیئے کہ کتنی زیادہ توجہ اور محنت اور انفرادی اور اجتماعی قوت کی ضرورت ہے۔ اور

دُعاؤں کی بڑی شدید ضرورت ہے

کیونکہ دُعاؤں کے بغیر اس قسم کے انقلاب پیدا نہیں ہُوا کرتے۔ جتنا مرضی آپ زور لگائیں۔ جتنی مرضی آپ کی صلاحیتیں بیدار ہو جائیں۔ جو کام میں آپ کو بتا رہا ہوں یہ آپ کے بس میں نہیں ہے اگر خُدا کی طرف سے غیر معمولی توفیق عطا نہ ہو۔ اس لیئے خُدا تعالیٰ سے دُعا مانگیں غیر معمولی طور پر۔ اپنے لیئے بھی، اپنی جماعت کے لیئے بھی۔ اور یہ ارادہ لے کر اُٹھیں کہ ہم نے یہ کر کے دکھانا ہے۔ پھر دیکھیں خُدا کے فضل سے کتنی عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اور دُعا کا تو ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قبولیتِ دُعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا تعلق بہت زیادہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنا گہرا ہوتا جاتا ہے کہ دُعا کرنے والی جماعت کا نہ دُعا کرنے والی جماعت سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا۔ یعنی 'نہ' تو یوں کہنا چاہیئے کہ نہ دُعا کرنے والی جماعتوں کا، دُعا کرنے والی جماعتوں کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں رہتا۔ کیونکہ ہر دفعہ جب مانگنے والا ہاتھ اپنے ہاتھ کو بھرا ہُوا دیکھتا ہے تو جو یقین اور جوشِ شکر اور حمد کے جذبات اُس وقت پیدا ہوتے ہیں جو خُدا سے ایک نیا تعلق مضبوط باندھا جاتا ہے، وہ دُعا سے غافل آدمی کو تو نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کا تصور بھی نہیں پہنچتا۔ ابھی کل کی بات ہے مجھے

ایک نو احمدی دوست

کا، جو گزشتہ سال احمدی ہوئے، یہاں سے چلے گئے ہیں، اُن کا خط آیا۔ اُنہوں نے بہت ہی پتے کی بات یہ لکھی اور مجھے بڑا لُطف آیا اور یقین ہُوا کہ واقعۃً جو شخص اِن تجربوں سے گزرا نہ ہو، اُس کا خیال ہی نہیں آ سکتا کہ اس قسم کی بات میں لکھوں۔ اُس نے کہا احمدیت میں آ کر میں نے یہ پایا وہ پایا۔ لیکن سب سے زیادہ جو لطف آیا ہے مجھے احمدیت میں آ کے وہ دُعا کا ہے۔ باہر عمر گنوا دی لیکن ہمارے ماحول میں دُعا کا ذکر سرسری کبھی آ جائے تو آ جائے ورنہ اسے ایک مؤثر ذریعے کے طور پر اختیار کیا ہی نہیں جاتا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ جہاں غیر اللہ کے سہارے لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں رشوت کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے، جہاں طاقتور دوست کی سفارش کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے جہاں ناجائز ذریعے ہی اختیار کرنے کا سہارا لینے کی عادت پڑ جائے وہاں دُعا تو ایک طرف بیٹھی رہتی ہے بے چاری۔ کبھی اتفاق سے خیال آیا تو آ گیا۔ ورنہ ایسی چیز نہیں ہے دُعا ایسے لوگوں کے نزدیک جو زندگی میں کوئی اہم کردار ادا کرے۔ کوئی مؤثر کردار ادا کرے۔ تو کہتے ہیں کہ اوّل تو دُعا کی کوئی اہمیت نہیں۔ دوسرے، وہ دوست لکھتے ہیں، مجھے بہت لُطف آیا کہ ہم جب رسماً کسی کو دُعا کے لیئے کہنے جاتے ہیں، پیروں اور بزرگوں کو، تو کبھی اُنہوں نے آگے سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنے لیئے بھی دُعا کرو اور باقاعدہ کرو۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف اُن کی دُعا کی طاقت ہے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اور یا وہ ہاتھ اُٹھا کر نیچے گرا دیتے ہیں یا کہتے ہیں کہ ہم آج تمہارے لیئے دُعا کر دیں گے اور کام ہو جائے گا۔ کہتا ہے میں نے جب بیعت کی تو میں نے آپ سے دُعا کے لیئے کہا تو آپ نے اُسی وقت مجھے کہا کہ ہاں میں بھی کروں گا۔ لیکن تم بھی اپنے لیئے باقاعدہ دُعا کرو۔ تو میں حیران رہ گیا کہ

دُعا کا ایک یہ پہلو بھی ہے

ایک زندہ، فعّال آلۂ کار ہے۔ جسے ہر شخص استعمال کر سکتا ہے۔ تو اس لیئے دُعا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طرح ایک حقیقت بنا کر پیش کیا ہے، بنا کر نہیں، حقیقت دکھا کر پیش کیا ہے، حقیقت تو یہ تھی ہی لیکن حقیقت ایسی تھی جو دکھائی نہیں دے رہی تھی دُنیا کو۔ اتنا زور دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا پہ کہ آپ تعجب کریں گے۔ گزشتہ بزرگوں کی کتابوں کی کتابیں پڑھ جائیں، اُن میں اتنا زور نہیں دکھائی دے گا۔ اجتماعی طور پر اتنا زور دکھائی نہیں دے گا جتنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا پر زور دیا اور اس مضمون کے ہر پہلو کو کھول کر بیان فرمایا۔

تو یہ جو منصوبہ ہے، اس کی کامیابی کے لیئے بہت دُعاؤں کی ضرورت ہے۔ اور ہر چیز میں دُعا کے ذریعے برکت پڑے گی۔ اور جب وہ برکت پڑے گی تو آپ کے ایمان میں نئی تازگی پیدا ہو گی۔ نیا رُوحانی ذوق آپ کو حاصل ہو گا۔ جس سے ایک نئی شخصیت وجود میں آنی شروع ہو جائے گی۔ اور اُس شخصیت کی ضرورت ہے جماعت کو اگلی صدی میں۔ اُس نئی رُوحانی شخصیت کی جس نے خُدا کو عملاً دیکھا ہو، اُس کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کیا ہو۔ تاکہ بہت عظیم کام جو ہم نے ابتدا میں کرنے ہیں اُن کو ہم زیادہ بہتر رنگ میں، زیادہ یقین اور عزم کے ساتھ، زیادہ کامیابی کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔ جہاں تک مُلکوں کے منصوبے کا تعلق ہے،

جن ممالک کے سپرد نئے ممالک کئے گئے تھے

اُن میں سے بعض نے تو خُدا کے فضل سے بڑی محنت کی ہے۔ اور بہت ہی اللہ تعالیٰ نے اُن محنتوں کو قبولیت سے نوازتے ہوئے پھل دیا اور بہت شیریں پھل دیا۔ جو فوراً آگے بیج میں تبدیل ہو گیا۔ پھر اُس سے بھی اچھے پھل لگے۔ تو بعض ممالک میں تو اس تحریک سے بڑی رونق آگئی ہے اور نئے نئے ممالک احمدیت میں داخل ہوئے ہیں خُدا کے فضل سے، اکثر و بیشتر داعین الی اللہ کی محنت کا اس میں بہت دخل ہے۔ اور جب نئے پھل لگ جاتے ہیں، نئے پودے لگ جاتے ہیں کسی ملک میں تو پھر باقاعدہ تربیت یافتہ مُربیان بھی بھیجے جاتے ہیں۔ پھر وہ اور زیادہ کام کو منظم کرتے ہیں۔ لیکن بعض ممالک ہیں جن میں ابھی تک غفلت ہے۔ یا کام کا سلیقہ نہیں ہے۔ وقفِ عارضی کو استعمال کرتے ہیں لیکن اس طریق پر نہیں کہ کسی ایک جگہ بار بار بات دُہرائی جائے۔ یہاں تک کہ وہ اثر کرنے لگ جائے۔ بلکہ وقفِ عارضی اس طرح ہوتا ہے جیسے کبھی ایک جگہ کوئی انسان گندم کا چھٹا ڈال جائے۔ کبھی کسی دوسری جگہ چلا جائے، کبھی کسی تیسری جگہ چلا جائے۔ اور پانی دینے لگے تو پانی دوسری زمینوں کو دینے لگے۔ ایک دانہ بھی نہیں اُگے گا اس طرح تو۔ اُگے گا تو عنقریب ہو جائے گا۔ وقفِ عارضی سے بھی اگر فائدہ اُٹھانا ہے ان مُلکوں کو، تو منظم طریقے پر اُٹھانا چاہیئے۔ جہاں پہلا وفد گیا ہے، جو تعلقات اُس نے قائم کئے ہیں اُنہی تعلقات کا اعادہ نہیں کرتا نہیں کرتا اگلا وفد اور اُنہی جگہوں پہ جا کے محنت نہیں کرتا اُس وقت تک یہ توقع رکھنا کہ ہم بڑا کام کر رہے ہیں اور اس کا پھل بھی ملے گا قسمت سے، قدرت سے، تو پھل مل جائے تو الگ بات ہے، اس سے تو انکار نہیں ہے اور خُدا دیتا رہتا ہے ایسے پھل مگر باقاعدہ منصوبہ بندی کے طریق پر پھل حاصل کرنے کے اسلوب نہیں ہیں جو خُدا نے ہمیں سکھایا ہو۔ اس کے لیئے تو حکمت اور عقل کے ساتھ باقاعدہ ایسی محنت کو دُہرانا پڑے گا جو بار بار دُہرانے کے نتیجہ پھل دیتی ہے۔ اور اُسی طریقے اور منصوبے سے دُہرانا پڑے گا۔ ہر کام کے اپنے اسلوب ہیں، اپنے طریق ہیں۔ اُن کو اختیار کئے بغیر ہماری بہت سی محنتیں بالکل ضائع چلی جاتی ہیں۔ اُن سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیئے اپنے منصوبوں پر نظر ڈالیں۔ سارے ممالک جنہوں نے بعض نئے ممالک میں خُدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اسلام کا پودا لگانا تھا وہ سوچیں کہ کیوں نہیں لگا سکے؟ غفلتیں تھیں تو غفلتیں دُور کریں۔ اگر منصوبوں میں کمزوریاں تھیں تو اُن کو ٹھیک کریں اور دُعاؤں میں کمی تھی تو دُعائیں کریں۔ بہرحال یہ اُن کا اپنا کام ہے کہ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر از سرِ نَو بلند عزم کے ساتھ یہ کام شروع کر دیں۔

سب سے بڑا خلاء جو اب تک محسوس ہوا ہے وہ

جنوبی امریکہ کے برّاعظم میں

محسوس ہوا ہے حیرت کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ باہر سے جانیوالے احمدی تو وہاں آباد ہوئے ہیں مختلف ممالک میں۔ مثلاً ہنگری میں جب انقلاب آیا تو ہنگری کے انقلاب سے پہلے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جماعت کثرت سے پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ یعنی خصوصاً مسلمانوں میں وہ لوگ جو ہجرت کر گئے جنوبی امریکہ میں، اُن کے کہیں کہیں سے خط آتے رہے۔ کہیں کہیں سے اُن کی اطلاعیں ملتی رہیں جو آہستہ آہستہ کم ہونے لگیں اور ایک لمبے عرصے میں وہ تعلق بھی ٹوٹ گیا۔ سوائے اتفاقاً کبھی کوئی آواز دوبارہ آجاتی ہے اس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے سے ہی وہاں جنوبی امریکہ کے مختلف ملکوں میں دانہ دانہ کہیں کہیں احمدیت پہنچی ہے۔ لیکن پھر اس نے نشو ونما پائی یا نہیں پائی ہمیں علم نہیں ہے۔ بعض جگہوں پہ پاکستان سے جا کے بسنے والے بھی موجود ہیں۔ مگر مقامی نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس نئے سال میں یہ پہلا فضل نازل فرمایا کہ برازیل میں پہلی دفعہ مقامی دوستوں میں سے، جو عیسائی تھے، اُن میں خدا تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے والے پھل عطا فرما دیئے اور ایک خاتون کے بعد جو بہت تعلیم یافتہ ہیں، بعض نوجوان بھی خدا کے فضل سے اسلام اور احمدیت میں داخل ہوئے اور اب وہاں اُمید بندھی ہے کہ انشاء اللہ مقامی طور پر ایک تحریک پرورش پائے گی۔ لیکن یہ ایک ہی ملک ہے ابھی تک۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ

اگلی صدی سے پہلے

اگرچہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے، لیکن کام تو اللہ نے کرنے ہیں۔ اگر دُعا اور خلوص اور ہمت سے کہ ہم کوشش کریں تو بعید نہیں کہ اس برّاعظم کے ہر ملک میں مقامی طور پر پودا لگا دیں۔ یہ وہ خیال ہے جس کے متعلق میں سوچتا رہا تو میرے ذہن میں یہ تدبیر اُبھری ہے کہ تحریک جدید کی طرف سے وکیل اعلیٰ جو آجکل یہاں آئے ہوئے ہیں وہ منصوبہ بندی کمیٹی کے مشورے کے ساتھ بعض ممالک، ایک سے زیادہ ملکوں کو بے شک تقسیم کریں لیکن یہاں پندرہ دن والے وقف کی سکیم کام نہیں کر سکتی۔ چھ مہینے یا سال کے، یا چھ چھ مہینے اور سال سال کے وقف کی تحریک زیادہ مؤثر ثابت ہوگی اور اس ضمن میں ایک بالکل نئی طرز پہ کام کرنا پڑے گا۔ عام جو طریق ہے عارضی وقف کا، اُس کے اُوپر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ایسے ممالک جن کے سپرد وہ جگہ ہو، وہ تلاش کریں ایسے ریٹائرڈ آدمی یا ایسے کام کرنے والے جو لمبی چھٹی لے سکتے ہوں اور اگر اُن کو توفیق نہ ہو تو وہ سارا ملک اُن کے لئے اخراجات مہیا کرے اور اُن سے کہیں کہ فرض کفایہ ادا کرو ہم سب کی طرف سے اور ویزوں کا بھی خود انتظام کرو۔ لٹریچر اور راہنمائی کا جہاں تک تعلق ہے، تحریک جدید سے وہ حاصل کریں اور کہاں جا کے بیٹھنا ہے یہ بھی تحریک جدید ہی اُن کی راہنمائی کرے اور پھر وہاں جا کے بیٹھ جائیں۔ دھونی رما لیں۔

اُن درویشوں کی طرح

جو پہلے بھی خدا کی راہ میں نکل کے ملک فتح کرتے رہے ہیں۔ تو وہاں جا کے اپنا اور اپنے ملک کا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیں۔ دُنیا کی قوموں سے تو ہمارا مقابلہ نہیں ہو سکتا، مادی ترقیات میں۔ لیکن خدا نے جس میدان کی چوٹیاں فتح کرنے کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے وہ بلند تر چوٹیاں ہیں۔ اور بہت ہی عظیم الشان چوٹیاں ہیں۔ ہمالہ فتح کرنے والوں کے نام تو ضرور ثبت ہوئے وہاں لیکن آئندہ نسلیں جس شان کے ساتھ اُن لوگوں کو یاد کریں گی جنہوں نے خدا کی راہ میں ممالک فتح کئے ہیں اُن کی شان کا وہ ہمالہ کی چوٹیاں فتح کرنے والا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج اُس کی زیادہ عزت ہے آج۔ وہ زیادہ معروف ہے دُنیا میں آج اُس کا نام دنیا کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پہ زیادہ احترام سے لیا جاتا ہے۔ مگر لازماً وہ وقت آئے گا۔ جبکہ اب ہمارے دنیا کے انسان ان ناموں کو تو بھول چکے ہوں گے مگر درود اور سلام بھیجیں گے اُن لوگوں پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں پر جنہوں نے اسلام کے لئے نئے نئے ممالک فتح کئے ہیں۔ بہت ہی عظیم الشان کام ہے اس کو فوری طور پر تقسیم کر کے، مشورے کے ساتھ یا آلٹرنیٹیو (متبادل = ALTERNATIVE) مشورے بھی بھیج دیئے جائیں کہ اگر آپ کے لئے یہ مناسب نہیں تو اور دوسری جگہ لے لیں اپنی پسند کی۔ تو

جنوبی امریکہ کے ہر ملک میں

یہ عزم لے کر بڑھیں آگے۔ کہ خدا کے فضل و رحم کے ساتھ اسلام کا اور اسلام کے احیائے نو کا پودا راسخ کر دینا ہے اور کوشش کرنی ہے کہ مضبوط جماعت مقامی دوستوں کی وہاں پیدا ہو جائے۔ اتنی کثرت سے اب دنیا میں جماعتیں پھیل چکی ہیں اللہ کے فضل کے ساتھ اور ذرائع بھی ایسے وسعت پذیر ہیں کہ یہ کام اگر حکمت کے ساتھ تقسیم کیا جائے تو زیادہ بوجھ معلوم ہی نہیں ہوگا۔ بہت آسانی کے ساتھ، خدا کے فضل کے ساتھ یہ دوسرے کاموں کے علاوہ، ضمناً ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ انفرادی ذمہ داریاں ہیں جن کی طرف مجھے دوبارہ توجہ دلانا ہے۔

انفرادی طور پہ ہر شخص، ہر مومن، ہر دفعہ، ہر وقت کوشش میں رہتا ہے کہ میری کچھ کمزوریاں کم ہوں اور کچھ نئی خوبیاں مجھ میں پیدا ہو جائیں اور اس کے متعلق وہ پھر دُعا بھی کرتا ہے۔ دُعاؤں کے لئے لکھتا بھی ہے اور جب وہ بے بس ہو جاتا ہے اُن کمزوریوں کے مقابل پر تو اور زیادہ بے چین اور پریشان ہو جاتا ہے۔ آگے جو منزل آپ کو نظر آرہی ہے اُس کو اگر آپ سامنے رکھ کر

اپنی کمزوریاں دُور کرنے کی کوشش کریں

اور یہ دُعا شروع کر دیں کہ اے خدا نئی صدی میں، میں داخل نہ ہوں جب تک میری کمزوریاں مجھ سے جھڑ نہ چکی ہوں۔ اور بعض نئی خوبیاں مجھ میں پیدا نہ ہو چکی ہوں۔ تو یہ عزم اور یہ قریب آتی ہوئی منزل، آپ کی بہت مدد کرے گی۔ اور عام حالات میں جن گناہوں کا مقابلہ آپ نہیں کر سکتے تھے یہ ایک نیا رجحان آپ میں گناہوں کا مقابلہ کرنے کی مزید طاقت پیدا کر دے گا۔ تو دُعاؤں کے ساتھ انفرادی کمزوریاں بھی دُور کرنے کی کوشش کریں اور اپنے گھر اور اپنے ماحول پر نظر ڈال کر اُن کی کمزوریاں بھی دُور کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن اعتراض کا نشانہ بنا کے نہیں۔ طعنے دے کر نہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو نصیحت فرمائی۔ محبت اور پیار اور خلوص کے ساتھ نصیحت کرتے ہوئے اُن کے لئے دُعائیں کرتے ہوئے، عاجزی اور انکساری کے ساتھ کوشش کریں کہ اپنے ماحول میں سے بھی کچھ بُرائیاں دُور کریں، کچھ نئی خوبیاں پیدا کریں۔ اس ضمن میں جہاں تک گھروں کا تعلق ہے

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے

کہ ابھی تک احمدی گھروں میں بہت سے دُکھ موجود ہیں جو بعض یا تو خاوند کی بدخلقی کی وجہ سے ہیں یا بیوی کے عدم توازن اور نیکی کی کمی کی وجہ سے ہیں یا ایسی ساس کی وجہ سے ہیں جس نے آنیوالی کو اپنی بیٹی نہیں سمجھا اور یا ایسی بہو کی طرف سے ہیں جس نے اپنی ساس کو ماں کا مقام نہیں دیا اور طرز عمل کی کجی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور جو یُوں ٹھیک ہو سکتی ہے کہ ایک آن کا فاناً دل کا ارادہ ہو اور خدا سے توفیق ملے تو وہ فوراً دفع ہو سکتی ہے لیکن توجہ نہیں۔ انا کا مسئلہ بنا ہُوا ہے ہر جگہ۔ پھر بعض لمبی عادتیں ہیں جو ایسے گھر کے ماحول کو بگاڑ رہی ہیں مثلاً ایک خاوند دیر سے بدخلق ہو چکا ہے، بات بات میں اس کے ترشی ہے اس کی بات میں سختی اور طعن ہے وہ بچوں کی تربیت میں بھی سختی کرنی چاہتا ہے۔ بیوی کے اُوپر بھی ہر وقت کی تنقید۔ کہ گھر میں ایک عذاب کا ماحول بنایا ہُوا ہے اس نے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ اسی میں میری بڑائی ہے کہ میں زور اور ڈنڈے کے ساتھ اپنے گھر میں حکومت کر رہا ہوں۔ بعض بیویاں ہیں جو سمجھتی ہیں کہ جب تک مشہور نہ کر دو خاوند کے خلاف، جب تک انگوٹھے کے نیچے نہ رکھو اس وقت تک گھر میں امن نہیں آ سکتا۔

یہ ساری جہالت کی باتیں ہیں

حکومت محبت ہی کی ہے اور لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ میں یہ بھی مفہوم ہے۔ دین کا مضمون تو بہت ہی وسیع ہے۔ جہاں جہاں آپ اکراہ داخل کریں گے خواہ وہ عائلی زندگی ہو وہاں جہنم بناتے چلے جائیں گے اُس زندگی کو۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔ اور جہاں محبت اور پیار اور دعا سے حالات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کریں گے۔ اور بدخلقیوں کو بالارادہ دُور کرنے کی کوشش کریں گے نفرت کی بجائے محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ تُرشی رُوئی کے بجائے نرم گفتاری پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ کسی سے جبراً چھیننے کی بجائے ایثار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے وہاں وہاں آپ کو محسوس ہو جائیگا کہ آپ جنت کی طرف چلنا شروع کر چکے ہیں۔ آپ کا ہر قدم بہتری کی طرف روانہ ہوا ہے اور جب تک یہ سفر شروع نہیں کریں گے اس سفر کی منزلیں کیسے طے ہوں گی۔ تو اکثر جو جھگڑے اور جو شکایتیں مجھ تک پہنچتی ہیں اور کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا جبکہ بیسیوں خطوط یہ ذکر لئے ہوئے نہیں آتے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بے وجہ کا عذاب ہے جو اپنے اوپر لوگوں نے سہیڑا ہوا ہے۔ اور صرف اُن کے ارادے کا دخل ہے۔ پُرخلوص ارادے کا، جس کے ساتھ دُعائیں شامل ہوں۔ اگر وہ آج ارادہ کرلیں کہ ہم نے اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانا ہے تو کل وہ گھر خوشگوار بن سکتا ہے اور دوسرے دُعاؤں کی کمی ہے۔ پہلے بھی میں نے توجہ دلائی تھی کہ قرآن کریم نے دُعا سکھائی ہے بڑی خوبصورت۔ وہ دُعا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ یہ دُعا کیوں نہیں پڑھتے اور تقوی کے ساتھ سوچ سمجھ کے وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یہ دُعا اگر پورے خلوص کے ساتھ سوچ کر سمجھ کر، اس کے معنے کیا ہیں، آپ پڑھیں گے تو اس کا پھل بھی پائیں گے۔

اس کے نتیجے میں آپکی کوششوں میں بہت برکت پڑیگی

بعض لوگوں نے توجہ کی اور فائدہ بھی اُٹھایا۔ بعض دفعہ بعض خواتین نے بہت ہی بےقراری سے خط لکھے کہ ہمارا یہ حال ہو چکا ہے اور ساری کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔ دُعا بھی کرتے ہیں۔ اب آپ دُعا کے ذریعہ میری مدد کریں۔ اب میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ میرے خاوند کو ڈانٹیں یا اُس سے خفا ہوں کیونکہ اس کے نتیجہ میں میرے گھر کا ماحول اور زیادہ تباہ ہوگا۔ لیکن دُعا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بعض دفعہ اس طرح دُعا کی توفیق بخشی کہ چند مہینے کے اندر اندر بعض دفعہ چند ہفتوں کے اندر اندر، اُن کا خط آیا کہ سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہوا ہے لیکن بالکل اچانک، پلٹا کھا گئے ہیں۔ ان کا مزاج، اور خدا کے فضل سے نیکی کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ تو میں تجربے سے بتا رہا ہوں آپ کو کہ

دُعا کی بہت بڑی قیمت ہے

جو آپ وصول نہیں کرتے خواہ مخواہ۔ اپنے گھروں کو سجانے اور خوشگوار بنانے میں دُعاؤں کو استعمال کریں اور دُعا سے خلوصِ نیّت پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ بغیر دُعا کے نیتیں باندھتے ہیں تو بعض دفعہ اُن میں خرابی رہ جاتی ہے۔ اُس میں کھوکھلا پن ہوتا ہے لیکن جب آپ دُعا کرتے ہیں نیّت کے ساتھ تو خدا سے چونکہ مانگ رہے ہوتے ہیں اس لئے نیّت بھی ساتھ ساتھ پرکھی جاتی ہے۔ اُس میں زیادہ سنجیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس میں زیادہ عزم آجاتا ہے۔ تو اپنے گھروں کے ماحول کو بھی سجائیں۔ بہت عظیم الشان جشن ہے یہ۔ یہ جشن کوئی ایسا نہیں ہے جو صرف جھنڈیوں سے یا روشنیاں جلا کر خوبصورت دکھایا جائے گا۔ یہ وہ تزئین ہے جو میں بتا رہا ہوں۔ اس سے آپ نے جشن منانا ہے اور اس کے لئے تیاری کرنی پڑے گی ابھی سے۔ ورنہ اچانک ایک دن میں تو آپکے گھر کا ماحول خوبصورت نہیں ہو جائے گا۔

پھر نمازوں کی طرف توجہ کریں۔ گھر میں ابھی بھی بہت سے بچے ایسے ہیں جو نمازوں سے غافل ہیں اور ماں باپ بچپن سے اُن کو عادت نہیں ڈالتے۔ تلاوت سے ناواقف ہیں اور اس کی عادت نہیں ڈالتے۔ بہت سی کمزوریاں ہیں گھر کے ماحول میں۔ اب وقت ہے کہ آپ بھی توجہ کریں اور جماعت بھی، وقتاً فوقتاً آپ کو یاد دہانی کراتی رہے اور آپ کی مدد کرے۔ بہت ہی تکلیف ہوتی ہے جب یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک احمدی نے کسی دوسرے احمدی کا پیسہ کھا لیا ہے۔ یا ایک احمدی نے کسی غیر احمدی کا پیسہ کھا لیا ہے۔ بعض دفعہ غیر احمدی خط لکھتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے عدالت میں بھی نہیں جا سکتے کیونکہ ہمارے پاس ایسے ثبوت نہیں ہیں نہ اتنی توفیق ہے لیکن ہے وہ احمدی اور احمدیت پر اعتبار کر کے میں نے اس کو یہ پیسے دیئے اور وقت کے اوپر اس کے کام آیا لیکن اب وہ واپس نہیں کر رہا۔ اور بسا اوقات ایسی شکایتیں سچی نکلیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ میرے کہنے کی وجہ سے۔ اُن دوستوں نے، اکثر دوستوں نے بہت اچھا ردّ عمل دکھایا اور پہلی غفلت کی تلافی کی اور ان کی رقم واپس کر دی۔ لیکن یہ موقع کیوں آیا۔ کہ آپ کی غفلت کا طعنہ خلیفۂ وقت کو دیا جائے۔ اور ساری جماعت کو بدنام کرنے کا ایک موقع مہیّا کیا جائے۔ لیکن اس سے قطع نظر، لین دین کے معاملے کی صفائی بہت ہی ضروری ہے کیونکہ لین دین میں اگر آپ گندے رہیں گے تو نہ آپ کی دُعاؤں میں برکت ہوگی نہ آپ کی اولاد کی تربیت میں برکت ہوگی۔ نہ سچا امن اور چین آپ کو نصیب ہو سکتا ہے کیونکہ

گندے مال کا زہر ہر چیز کو گندا کر دیتا ہے

اور خصوصاً، گندے مال کی بھی مختلف قسمیں ہیں جو بددیانتی اور دھوکے کا پیسہ ہے وہ تو کسی احمدی کو ہضم ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی سزا خدا تعالیٰ، احمدی اگر ہے اور باقی باتوں میں سچا ہے تو خدا تعالیٰ اُس کو بعد میں جہنم میں ڈالنے کی بجائے اِس دُنیا میں سزا دیدیتا ہے پھر۔ پھر وہ بد سے بدتر حالی میں منتقل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے لین دین میں احتیاط کریں۔ سودی کاروبار ہے، سوائے اس کے کہ کسی ملکی قانون کی وجہ سے مجبوری ہے بےانتہا۔ اُس کراہت کے ساتھ، جس کراہت کیساتھ سؤر کھانے کی اجازت ہے، اس کے ساتھ سودی کاروبار کرنا ہے تو کریں ورنہ اس کو ختم کریں۔ نئے رستے نکالیں اپنے اموال میں برکت پیدا کرنے کے اور ایکدوسرے سے لین دین میں صاف ہوں اور غیروں کے ساتھ خصوصیت سے لین دین میں صاف ہوں۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو جشن منانے میں بہت بڑی مدد ملے گی۔

کتنا عظیم الشان جشن ہوگا اُس جماعت کا

جس کے گھر عائلی زندگی میں، سُنّت پر عمل کرنے کے نتیجے میں، جنت نشان بن چکے ہوں۔ جن کے لین دین کے معاملات ایکدوسرے کے پیسے غصب کرنے میں نہیں بلکہ ایکدوسرے کے لئے ایثار کی بنیادوں پر قائم ہوئے ہوں۔ اور جن کے گھر دُعاؤں اور درود اور سلام کی آوازوں سے اور خدا کی راہ میں گریہ وزاری اور عبادتوں کے نتیجے میں، ایک ایسی موسیقی پیدا کر رہے ہوں کہ جس کی کوئی مثال، دُنیا کی کوئی تہذیب بھی پیش نہیں کر سکتی۔ کہاں وہ نئی طرز کی موسیقی کے پروگرام جہاں یُوں معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت عمداً موسیقی کی دُھن میں ڈوب کر خودکشی کرنے کے ارادے سے اس میں داخل ہوئی ہے۔ کہاں خُدا کی یاد میں بلند ہونے والی آوازیں، خواہ وہ سسکیاں ہوں ہلکی آواز کی یا بلند پکاریں رونے ہوں یا تلاوت کی آوازیں ہوں۔ کہاں ذکرِ الٰہی کی صدائیں۔ یہ اَور موسیقی ہے جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں

کہ اسلام آرٹ کے خلاف ہے اور اسلام میں آرٹ کو پروموٹ (promote) کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ چنانچہ موسیقی کا اعتراض مغرب میں اکثر کیا جاتا ہے۔ اُن کو میں سمجھاتا ہوں کہ جو لوگ اپنی موسیقی کی تمنا کو مغربی طرز کی موسیقی کے ذریعے تسکین دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ قومیں بسا اوقات اور اکثر صورتوں میں خدا کے ذکر کی لذت سے ناآشنا ہو جاتی ہیں۔ ایسی مادی قسم

موسیقی کا ذریعہ اُن کو حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں جو فطرت کے اندر دبے ہوئے لطیف، خدا تعالیٰ نے آلات رکھے ہیں جو ذکرِ الٰہی سے لذّت پانیوالے ہیں، جو موجود ہیں، جن سے استفادہ نہیں کیا گیا وہ دبتے دبتے دب جاتے ہیں۔ مرتے مرتے مر جاتے ہیں یہاں تک کہ سوائے دُنیا کی چھن چھن کے اور کوئی چیز آپ کے اندر تحریک نہیں پیدا کر سکتی۔ آپ کے اندر ارتعاش نہیں پیدا کر سکتی۔ تو بے خدا ہونے کا ایک طریق بن جاتا ہے۔ ایک رستہ ہے جو آپ کو رُوحانی لذّتوں سے دُور لے جا رہا ہے اور روحانی لذّتوں کی قابلیت آپکے اندر مارتا چلا جاتا ہے دن بدن۔ اس لیئے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ موسیقی بالکل حرام ہے تو مَیں کہتا ہوں یہاں تو کان میں پڑے بغیر گذارہ ہی نہیں لیکن موسیقی کی تمنّا اور اس میں جذب ہونا حرام ہے یقیناً۔ کیونکہ اس کے بعد پھر تم ذکرِ الٰہی کے قابل نہیں رہو گے۔

ذکرِ الٰہی کو تم اہمیت دو

اس کو غالب رکھو پھر۔ اِلاَّ اللّٰھم کے اندر اگر کوئی ایسی باتیں آجاتی ہیں تو ان پر اُس طرح پکڑ نہیں کی جا سکتی۔ لیکن لازماً وہ موسیقی جو فطرت کے تاروں میں رُوحانی ارتعاش پیدا کرتی ہے وہ موسیقی جو آپ کو ملاءِ اعلیٰ کے طیور کے گانے سکھاتی ہے۔ وہ موسیقی سیکھیں اور اس موسیقی سے اپنے گھروں کے ماحول کو مترنم کر دیں۔ اس طرح یہ نغمے گاتے ہوئے اور یہ ساز بجاتے ہوئے نئی صدی میں داخل ہوں کہ عرش پر بھی آپ کی موسیقی کی صدائیں ایک خاص دُھن کے ساتھ سنی جانے لگیں۔ اور ایک خاص پیار اور محبت کے ساتھ اس طرح فرشتے آپ کی اس موسیقی کی نقل اُتاریں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے گانے وہ ہیں جن کو آسمان پر فرشتے بھی گاتے ہیں۔ پس آپ فرشتوں کو موسیقی سکھانے والے موسیقار بن جائیں اور اگلی صدی میں اس طرح داخل ہوں کہ ساری دُنیا کو نئے انداز موسیقی کے سکھانے والی صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ ہو اور اوّل و آخر جماعتِ احمدیہ ہو۔

خطبہ ثانیہ:۔

بعض دوستوں اور خواتین کا جنازہ غائب

نمازِ جمعہ اور عصر کے بعد پڑھایا جائے گا۔ ان میں سے ایک تو ہمارے چوہدری عطاء محمد صاحب تحصیلدار۔ جماعت کے بڑے مخلص، فدائی آدمی تھے۔ جن کے بیٹے عبد العزیز صاحب مغربی جرمنی کے مبلغ رہے ہیں اور چوہدری محمد رشید صاحب بھی اُن کے بیٹے ہیں، ربوہ میں۔ اور بھی بچے خدا کے فضل سے اکثر دین میں اچھے ہیں۔ چوہدری عطاء محمد صاحب کی بیوہ یعنی چوہدری عبد العزیز صاحب سابق مبلغ جرمنی کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔ اسی طرح مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر صدر محلہ، ان کے بھتیجے سعادت احمد صاحب عین جوانی کے عالم میں ایک بس کے حادثے کا شکار ہو گئے۔ ان کی بھی نمازِ جنازہ ہوگی۔ مکرمہ امۃ الرشید بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ عبد اللطیف صاحب سمن آباد لاہور کی بھی وفات کی اطلاع ملی ہے اور اسی طرح ہمارے سلسلہ کے ایک واقف زندگی اور مخلص مبلغ جو غالباً مسقط کے پہلے مبلغ تھے مولوی روشن دین صاحب، اُن کی اہلیہ، امۃ الرحیم صاحبہ بھی وفات پا گئی ہیں۔ ان سب کی نمازِ جنازہ غائب، نمازِ جمعہ اور عصر کے بعد ہوگی۔

مُناجات

تیری دہلیزِ معلّیٰ پر خدائے کردگار!
گونجتی ہے اک دلِ مضطر کی پُر درد پکار

جذبہ دستارِ ناہی ہاتھ میں منقول کا ہار ÷ خود ہی بہتر جانتا ہے یہ کہ ہیں ایفا شعار
گو عمل میں ہے کمی، لیکن دلوں میں ہے وفا ÷ آرزو ہے تیری رہ میں جان و دل کر دیں نثار
بے سر و ساماں ہیں ہم لیکن اپنی باتیں ÷ پیار ہے اُس سے ہمیں جس سے کہ تُو کرتا ہے پیار
سوئے بطحیٰ دل کھنچے جاتے ہیں اِلاّ اللہ پہ ÷ کتنی شیریں ہے اذاں، کتنے سجیلے ہیں منار

امن کا پیغام لے کر پھر رہے ہیں کُو بہ کُو
تا بلند ہو رفتہ رفتہ نوعِ انساں کا وقار

لوگ جو چاہیں کہیں پر اپنی نیّت صاف ہے ÷ جانتا ہے رازداں خود حضرتِ پروردگار
تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے جب کوئی شریر ÷ تیری اعلیٰ شان میں لاتا ہے لب پر حرفِ عار
موعظہ حسنہ اور حکمت و تدبیر سے ÷ اُس کو سمجھانے کی ہم کرتے ہیں کوشش بار بار
دل پگھل کر بہ نکلتے ہیں مثالِ جوئے آب ÷ گریہ و زاری پہ آتے ہیں مثالِ شیر خوار

یہ محبت، یہ تڑپ، یہ جذبۂ صدق و ثبات
کس مقدّس ذات کی تاثیر سے ہے دلِ فگار

دہریت کی آندھیاں جب چار سُو تیزی پہ تھیں ÷ نام تیرا بھی گزرتا تھا دلوں پہ ناگوار
زنگیوں کے فلسفہ سے کل جہاں مرعوب تھا ÷ راہِ دنیا پُر کشش تھی، دین کی راہ خار دار
زاہدوں کی قوّتِ ایمان بجد مضمحل ÷ واعظوں کی وعظ بالکل بے اثر اور بے ثمار
صدق کی رہ کیسے پا سکتے ہیں ایماں سے تہی ÷ نورِ حق سے کب منوّر ہو نگاہِ پُر غبار

یہ حقیقت ہے مبرہن، یہ صداقت ہے عیاں
نوعِ انساں کی یہ حالت ہے ہمیشہ آشکار

گونج رہی تھیں مسجدیں لیکن ہدایت سے تہی ÷ کہہ رہے تھے خود ہی مسلم شرعِ قرآں سے فرار
علم و عرفاں سے تہی سب نام کے علماءِ دین ÷ فرقہ بندی کو ہوا دینا تھا اُن کا کاروبار
ابنِ مریم کو بٹھایا تھا چہارم چرخ پر ÷ ان کے آنے کا بشدّت کر رہے تھے انتظار
خود ہی تثلیث و الوہیت کے یہ پرچار کار ÷ مولوی رُوئے زمیں پر تھے سوا سے تر ہزار

خون کے آنسو رُلاتی ہے ہمیں یہ کیفیت
نام لیوا بن گئے تھے آستیں کے خود ہی مار

"ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید" ÷ تیرہویں صدی میں بلاشک دین کی حالت تھی زار
دینِ حق پر ہر طرف سے حملہ آور تھے لئیم ÷ اہلِ باطل صدق پر کرتے تھے آگے بڑھ کے وار
اک دلِ مخلص یہ حالت دیکھ کر بریاں ہوا ÷ حملہ آور فوجِ باطل پر ہوا مردانہ وار
احمدِ ہندی، محمد مصطفیٰ کا ظلّ نام ÷ وہ جری اللہ میدانِ وفا کا شہسوار

نصرتِ حق اور تائیدِ الٰہی کے طفیل
کشتیٔ اسلام تھے کر لے گیا طوفاں سے پار

محتاجِ دعا ــــــــــ خاکسار: عبد الرحیم راٹھور

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے دلگداز پہلو

پاکیزہ زندگی اور مطہر اقوال

از قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسیان کا علاج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے نسیان کی بیماری بہت غلبہ کر گئی ہے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ پڑھا کرو۔ الحمد للہ کہ اس سے بہت ہی فائدہ ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مرزا محمد دین صاحب لنگر دال ضلع گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں اپنے بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتا آیا ہوں اور سب سے پہلے میں نے آپ کو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کی زندگی میں دیکھا تھا جبکہ میں بالکل بچہ تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور پھر ایک بجے کے قریب تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور تہجد پڑھ کر قرآن کریم تلاوت فرماتے رہتے تھے پھر جب صبح کی اذان ہوتی تو سنتیں گھر میں پڑھ کر نماز کے لئے مسجد میں جاتے اور باجماعت نماز پڑھتے نماز کبھی خود کراتے کبھی میاں جان محمد امام مسجد کراتا۔ نماز سے آ کر تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے۔ میں نے آپ کو مسجد میں سنت نماز پڑھتے نہیں دیکھا سنت گھر پر پڑھتے تھے .....

اتباعِ نبوی صلعم کا جوش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگر دال نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں حضرت صاحب کے پاس سوتا تھا تو آپ مجھے تہجد کے لئے نہیں جگاتے تھے مگر صبح کی نماز کے لئے ضرور جگاتے تھے اور جگاتے اس طرح تھے کہ پانی میں انگلیاں ڈبو کر اس کا ہلکا سا چھینٹا پھوار کی طرح پھینکتے تھے میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ آواز دیکر کیوں نہیں جگاتے اور پانی سے کیوں جگاتے ہیں اس پر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے اور فرمایا کہ آواز دینے سے بعض اوقات آدمی دھڑک جاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۰)

دعاؤں کی تاثیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ غالباً دوسرا یا تیسرا سالانہ جلسہ تھا کہ حضور ایک دن عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور آتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب (غالباً حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ مراد ہیں ۔ ناقل) میرے دل میں یہ آیات گذری ہیں کہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۔ پھر حضور نے ان آیات کی اس قدر تشریح فرمائی کہ حاضرین نے متاثر ہو کر چیخیں مارنی شروع کر دیں۔ بعد ازاں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے سورۃ مریم کی قرأت سے نماز شروع کی۔ اور بحالت نماز بھی ویسا ہی رونے اور چیخنے کا شور پڑا ہوا تھا۔ جو بعد میں کم نظر آیا ہے۔ دوسرے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریر میں فرمایا کہ دعا میں اس قدر اثر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دعا سے پہاڑ چل پڑتا ہے تو میں اسے یقین کروں گا اور اگر کوئی کہے کہ دعا سے درخت نقل مکانی کر جاتا ہے تو میں اسے سچ مانوں گا۔ ایک مسلمان کے پاس سوائے دعا کے اور کوئی ہتھیار نہیں یہی تو وہ چیز ہے جو انسان کی رسائی خدا تعالیٰ تک کرا دیتی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۳-۲۴)

قبولیتِ دعا کا معجزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ بوجہ کمزوری نظر خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے پاس علاج کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید موتیا اتر ے گا۔ میں نے دو اور ڈاکٹروں سے بھی آنکھوں کا معائنہ کرایا سب نے یہی کہا کہ موتیا اترے گا۔ تب میں مضطرب و پریشان ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام حال عرض کر دیا۔ حضور نے الحمد للہ پڑھ کر میری آنکھوں پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "میں دعا کروں گا۔" اس کے بعد پھر نہ وہ موتیا اترا اور نہ ہی وہ کم نظری رہی اور اس وقت سے خدا کے فضل و کرم سے میری آنکھیں درست رہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ صاحب اچھے معمر آدمی ہیں اور اس عمر کو پہنچ چکے ہیں جن میں اکثر لوگوں کو موتیا بند کی شکایت ہو جاتی ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۳)

نماز میں توجہ قائم کرنیکا طریق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نماز میں آنکھیں کھول کر توجہ قائم نہیں رہتی۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ آنکھوں کو خوابیدہ رکھا کرو

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی طریق تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۹)

عربی سیکھنے کا گر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضورؑ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو عربی سیکھنی چاہیئے اور صحیح طریق کسی زبان کے سیکھنے کا یہ نہیں ہے کہ پہلے صرف و نحو پڑھی جائے بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اسے بولا جائے۔ بولنے سے ضروری صرف و نحو خود آجاتی ہے چنانچہ اسی لئے اس خاکسار کو ۱۸۹۵ء میں حضرت صاحب نے قریباً ایک ہزار فقرہ عربی کا مع ترجمہ کے لکھوایا۔ روزانہ پندرہ بیس کے قریب فقرے لکھوا دیتے اور دوسرے دن سبق سن کر اور لکھوا دیتے۔

کیا طوطا حلال ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضورؑ سے کسی بچہ نے پوچھا کہ کیا طوطا حلال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم طوطا کھانے کے لئے مار لیا کریں؟ حضورؑ نے فرمایا میاں حلال تو ہے مگر کیا سب جانور کھانے کے لئے ہی ہوتے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ خدا نے سب جانور صرف کھانے ہی کے لئے پیدا نہیں کئے بلکہ بعض دیکھنے کے لئے اور دنیا کی زینت اور خوبصورتی کے لئے بھی پیدا کئے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ سے بھی یہی فرمایا تھا کہ سارے جانور نہیں مارا کرتے۔ کیونکہ بعض جانور خدا نے زینت کے طور پہ پیدا کئے ہیں۔

چشم پوشی

ایک عورت نے اندر سے کچھ چاول چرائے کسی دوسرے تیز نظر نے تاڑ لیا اور پکڑ لیا شور پڑ گیا۔ اس کی بغل سے کوئی پندرہ سیر کی گٹھڑی چاولوں کی نکلی۔ ادھر سے ملامت۔ ادھر سے پھٹکار ہو رہی تھی۔ جو حضرتؑ کسی تقریب سے ادھر آ نکلے۔ پوچھنے پر کسی نے واقعہ کہہ سنایا۔ فرمایا ' محتاج ہے۔ کچھ تھوڑے سے اسے دیدو اور فضیحت نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۲۴ از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ)

۲۳ مارچ — یوم الفرقان

بیعتِ اُولیٰ کی صحیح تاریخ کے بارے میں ایک تحقیقی جائزہ

از محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مؤرخ احمدیت ربوہ

سلسلہ احمدیہ میں بیعتِ اُولیٰ کی تاریخی اہمیت

سلسلہ احمدیہ میں لدھیانہ کی بیعتِ اولیٰ کو جو تاریخی اہمیت حاصل ہے وہ کسی احمدی سے قطعاً پوشیدہ نہیں اور یہ مسلّمہ امر ہے کہ یہ اہم واقعہ (جس نے آئندہ چل کر مذہبی دُنیا پر ایک ہمہ گیر اور انقلاب انگیز اثر ڈالا) مارچ ۱۸۸۹ء میں پیش آیا۔ جبکہ حاجی الحرمین الشریفین حضرت حکیم الاُمت مولانا حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر سب سے پہلے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ علاوہ ازیں اس پر بھی اتفاقِ رائے ہے کہ اس آسمانی اور بابرکت تقریب کے پہلے کے پہلے روز چالیس قدسیوں کا پاک نہاد، صاف باطن اور خوش نصیب قافلہ بیعت امام الزمان کر کے داخلِ احمدیت ہوا۔ مگر اس بیعتِ اُولیٰ کا آغاز شمسی و قمری اعتبار سے کس معین تاریخ کو ہوا؟؟

اس مختصر تحقیقی مقالہ میں اس اہم موضوع پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

بنیادی تحقیق کے لئے روشنی کا مینار

میرے نزدیک اس خالص علمی مسئلہ میں تحقیق و تفحص کے ذریعہ سے کسی نتیجہ خیز اور صحیح منزل کو پانے کے لئے مندرجہ ذیل بہترین مشعلِ راہ اور روشنی کے مینار ہیں:۔

اوّل:۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک طرف اپنے اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء میں بیعت پر مستعد اصحاب کے لئے یہ اعلانِ عام فرمایا کہ:۔

"تاریخ ہذا سے جو ۴ مارچ ۱۸۸۹ء ہے ۲۵ مارچ تک یہ عاجز لدھیانہ محلہ جدید میں مقیم ہے اس عرصہ میں اگر کوئی صاحب آنا چاہیں تو لدھیانہ میں ۲۰ تاریخ کے بعد آجاویں۔"

(تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۵۱ حاشیہ مرتبہ حضرت میر قاسم علی صاحب)

دوسری طرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حکیم الاُمت حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کو خصوصی ہدایت فرمائی کہ

"بجائے بیس (۲۰) کے بائیس (۲۲) کو آپ تشریف لاویں۔ .... یہ عاجز ارادہ رکھتا ہے کہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۹ء کو دو تین روز کے لئے ہوشیارپور جاوے اور ۱۹ مارچ یا ۲۰ مارچ کو بہرحال واپس آجاؤں گا۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۹۶ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی مدیر الحکم)

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء مبارک بائیس (۲۲) مارچ کے بعد سلسلہ بیعت کے آغاز کا تھا ورنہ حضرت اقدس حضرت مولوی صاحب کو جو ان دنوں جموں میں قیام فرما تھے، جموں سے بائیس مارچ کو پہنچنے کا حکم نہ دیتے بلکہ ۲۲ مارچ سے پہلے وارد لدھیانہ ہونے کی تاکید فرماتے خصوصاً اس لئے بھی کہ حضرت مولوی صاحب نے ایک عرصہ سے حضور کی خدمت میں عرض کر رکھا تھا کہ جب حضور کو جناب الٰہی سے بیعت کا اذن ہو تو سب سے پہلے بیعت آپ کی لی جائے اور حضور اس درخواست کو ازراہِ شفقت قبول بھی فرما چکے تھے۔

دوم:۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب سنوری سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت جلیل القدر اور مشہور صحابی سُرخ چھینٹوں کے نشان کے حامل، براہین احمدیہ کی طباعت میں مخلص معاون اور مشہور سفر ہوشیارپور ۱۸۸۶ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خصوصی خادم تھے۔ حضور نے اپنے قلم مبارک سے ازالہ اوہام میں ان کے لئے بہت تعریفی کلمات لکھے ہیں۔

حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لا سکتا وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا ..... یہ نوجوان درحقیقت اللہ اور رسولؐ کی محبت میں ایک خاص جوش رکھتا ہے۔ الغرض میاں عبداللہ نہایت عمدہ آدمی اور میرے منتخب محبّوں میں سے ہے۔"

(ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۷۹۶)

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ نے بیعتِ اُولیٰ میں چوتھے نمبر پر بیعت کی اور جیسا کہ آپ فرماتے ہیں جہاں دوسرے مبایعین کو حضور کے حکم سے شیخ حامد علی صاحب نے کمرۂ بیعت میں جانے کی آواز دی۔ حضورؑ انور نے خود آپ کو نام لے کر بلایا تھا۔

اس شان کے خدانما بزرگ، اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام منتخب محب کا واضح اور قطعی بیان یہ ہے کہ:۔

"پہلے دن جب آپ نے بیعت لی تو وہ تاریخ ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء تھی۔"

(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع دوم صفحہ ... مرتبہ حضرت قمر الانبیاء طبع اوّل ۱۰ دسمبر ۱۹۲۳ء طبع ثانی ۴ نومبر ۱۹۳۵ء)

سوم:۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی) کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کا مقام سلسلہ احمدیہ کے پہلے صحافی اور پہلے مؤرخ کے لحاظ سے نہایت بلند ہے۔ حضرت عرفانی گو پہلے دن بیعت سے مشرف نہیں ہوئے تھے اور وہ ان ایام میں لدھیانہ میں تھے اور انہیں دنوں داخلِ بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ صاحب موصوف بھی حضرت مولانا عبداللہ سنوری کی تائید میں یہ نظریہ رکھتے تھے کہ بیعت کا اصل دن ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء ہی ہے۔

(حیاتِ احمد جلد سوم صفحہ ۲۸)

چہارم:۔ حضرت سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی قطعی رائے تھی بلکہ حضورؓ نے صرف اسی بناء پر ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء کا دن جلسہ مصلح موعود لدھیانہ کے لئے مقرر فرمایا اور پھر اس میں بنفسِ نفیس شرکت کی اور اپنے رُوح پرور خطاب کی ابتداء ہی ان مبارک کلمات سے فرمائی کہ:۔

"اس شہر لدھیانہ میں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت لی تھی۔"

(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۹ء)

پنجم:۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا مسلک بھی اسی کے مطابق تھا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لدھیانہ کے مقام پر سب سے پہلی بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو لی تھی اور جماعت احمدیہ کا قیام معرضِ وجود میں آیا تھا۔"

(الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۵۹ء صفحہ ۵)

ششم:۔ دارالبیعت لدھیانہ میں ۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۷ء تک جو کتبہ بطور یادگار نصب رہا اس پر بھی ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء ہی کی تاریخ ثبت تھی۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جون جولائی ۱۹۴۳ء صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۳۹)

ہفتم:۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے آخری دور میں "یوم مسیح موعودؑ" کی بنیاد پڑی اور ساتھ ہی حضور کی اجازت و استصواب کے بعد مرکزِ احمدیت سے مسلسل اعلان کیا گیا کہ بیعتِ اُولیٰ کی تاریخ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔

(الفضل ۴ امان/مارچ ۱۳۳۷ ہش/۱۹۵۸ء صفحہ ...)

ہشتم:۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے (سلسلہ احمدیہ کے نامور مؤلف و محقق) کی قطعی رائے بھی اسی تاریخ کے حق میں تھی۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب "لائف آف احمدؑ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

THE FORMAL INITITION BEGAN ON MARCH 23RD, 1889 (20TH RAJAB, 1308 A.H)

نہم:۔ خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو ایک مضمون سپردِ قلم کیا جس میں نہ صرف محولہ بالا تاریخِ بیعت کی مکمل تائید کی ہی ہے۔

بلکہ یہ نہایت ایمان افروز اور لطیف نکتہ بھی بیان فرمایا کہ:-

"ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر کوئی پتہ بھی ہل نہیں سکتا۔ پس اس لحاظ سے کوئی واقعہ اتفاقی نہیں ہے۔ بلکہ ہر کام ہر حادثہ اور ہر سانحہ اللہ تعالیٰ کے علم اور عظیم حکمت کے ماتحت وقوع پذیر ہوتا ہے۔ الٰہی تصرفات میں سے یہ عجیب تصرف ہے کہ ۲۳؍مارچ کو ہی اس زمانہ کے مامور نے رُوحانی جماعت کا عملی طور پر سنگِ بنیاد رکھا اور اسی تاریخ کو مادی دنیا میں ارضِ مقدسہ بننے پر اس کے جمہوریہ اسلامی قرار پانے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ بہرحال جماعت احمدیہ کے لئے ۲۳؍مارچ کی تاریخ نہایت ہی اہم اور خوشی کی تاریخ ہے۔"

(الفضل ۲۸؍مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۵ کالم ۴)

سیدنا المصلح الموعود کی ہدایت خاص، حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے چشم دید بیان، حضرت عرفانی کے تائیدی نظریہ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے واضح فرمان، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی حتمی رائے، دار البیعت کے یادگاری کتبہ اور جماعت احمدیہ کے اجماعی مسلک سے سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا کہ ۲۰؍رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء ہی کو جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

تصویر کا دوسرا رُخ

اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو۔ یعنی ان محرکات و عوامل کا تجزیہ کیجئے جو اس مغالطہ اندازی کا نتیجہ یا اثر انداز ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں)۔ اس تعلق میں بنیادی طور پر درج ذیل امور پیش کئے جا سکتے ہیں:-

۱۔ قدیم رجسٹر بیعت کی مندرجہ تاریخیں

۲۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب سنوری کی بیان فرمودہ قمری اور شمسی تاریخوں میں عدم موافقت۔

اوّل الذکر سے یہ غلط امر کیا خیال کہ بہت تقویت حاصل ہوتی ہے کہ سلسلہ بیعت دراصل ۲۱؍مارچ ۱۸۸۹ء سے جاری ہو چکا تھا۔ اور قادیان، کانگڑہ، گوت گڑھ، امرتسر، گورداسپور، کپورتھلہ، جمعیت اور لدھیانہ وغیرہ کے چھیالیس بزرگ بیعت ہو چکے تھے۔

ثانی الذکر امر یہ کہ یاری شبہ ڈالتا ہے کہ بیعت اولیٰ کی ابتداء ۲۱ تا ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کی بجائے ۲۲؍مارچ کو ہوئی تھی کہ مشہور مصری فاضل محمد مختار پاشا کی تقویم "التوفیقات الالہامیہ" سے ثابت ہوتا ہے کہ ۲۰؍رجب ۱۳۰۶ھ کو ۲۲؍مارچ ۱۸۸۹ء کا دن تھا۔

قدیم رجسٹر بیعت پر ایک طائرانہ نظر

قدیم رجسٹر بیعت جو تاریخ احمدیت کی مقدس دستاویز اور بیعتِ اولیٰ کے دَور کی نہایت بیش قیمت یادگار ہے آج تک خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہے۔ یہ رجسٹر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حکم سے تیار کیا گیا تھا اور اس کا نام "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت" تجویز فرمایا گیا۔ اس رجسٹر کی تحریر مختلف ہاتھوں میں رہی۔ بعض نام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے لکھے۔ بعض حضرت مولانا نور الدین صاحب اور دوسرے بزرگوں نے۔ اس رجسٹر کا پہلا ورق چونکہ ضائع ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے ابتدائی ناموں کا پتہ نہیں چلتا۔ اپریل ۱۹۳۹ء میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پہلی بار اس کے ابتدائی ۱۶۲ اندراجات اپنی کتاب سیرت المہدی حصہ سوم میں شائع فرمائے تو اس کے پہلے آٹھ نام بعض زبانی اور مستند روایات سے قیاساً درج کر کے اسی کے پہلے نمبر پر ۱۹؍رجب ۱۳۰۶ھ ۲۱؍مارچ ۱۸۸۹ء کی تاریخوں کا اس لئے اضافہ فرما دیا کہ رجسٹر میں سینتالیس نمبر پر پہلی تاریخ جو بطور یادداشت درج تھی وہ ۲۰؍رجب ۱۳۰۶ھ اور ۲۲؍مارچ ۱۸۸۹ء تھی۔

سیرت المہدی حصہ سوم کی فہرست سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹؍رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۱؍مارچ ۱۸۸۹ء یوم البیعت تسلیم کیا جاتا چاہیئے۔ جیسا کہ حال ہی میں بیرون پاکستان کے ایک فاضل دوست نے راقم الحروف کے نام اپنے ایک تازہ مکتوب میں لکھا ہے اور زور دیا ہے کہ رجسٹر کی اندرونی شہادت کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا؟

بلا رشبہ یہ قدیم رجسٹر بیعت ایک مستند ذریع قابلِ استناد اور ثقہ شہادت ہے۔ سابقون الاوّلون کے اسماء مبارکہ کی ہے اور کوئی احمدی محقق خواہ وہ کتنی ہی عظیم علمی شخصیت کا حامل ہو اور تاریخ نویسی اور وقائع نگاری میں سندِ عام کا درجہ حاصل کر لے اس سے بے نیاز ہونے کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا۔ بایں ہمہ قابلِ غور و فکر پہلو یہ ہے کہ یہ شہادت کس نوعیت کی ہے؟ اگر یہ شہادت اس بات کی ہے کہ سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہونیوالے قدیم ترین فدائیوں کے نام اور کوائف کیا تھے۔ تو یہ سَو فیصدی درست ہے اور اگر یہ شہادت سے مراد یہ ہے کہ اس سے بیعت کرنے والوں کی ٹھیک ٹھیک عملی ترتیب اور صحیح صحیح تاریخ کی نشاندہی ہوتی رہتی ہے تو قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جیسے اکابر محققین احمدیت کی رائے میں بھی اس کا جواب یکسر نفی میں ہے حتّٰی کہ سرے سے اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس میں مندرج تواریخ قمری و شمسی عین بیعت کے وقت لکھی گئی تھیں۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سیرت المہدی حصہ سوم میں تحریر فرماتے ہیں:-

"بیعت کنندگان کے رجسٹر سے جو مجھے مکرم میر محمد اسحٰق صاحب کے ذریعہ دستیاب ہوا ہے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا بیعت کے وقت ہی اس رجسٹر میں فوراً اندراج کر لیا جاتا تھا یا کہ بہت سے بعد چند اسماء اکٹھے درج کر دیئے جاتے تھے۔ مؤخر الذکر صورت میں اس بات کا امکان ہے کہ بوقت اندراج اصل ترتیب سے کسی قدر اختلاف ہو جاتا ہو بلکہ بعض اندراجات سے شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایسا ہو جاتا تھا کیونکہ بعض صورتوں میں زبانی روایات اور اندراج میں کافی اختلاف ہے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۱)

دستاویز اختلاف کی بعض نہایت واضح مثالیں

حضرت قمر الانبیاء (نوّر اللہ مرقدہٗ) نے مندرجہ بالا تحریر میں جس کافی اختلاف کی طرف نہایت اجمالی مگر بلیغ رنگ میں اشارہ فرمایا ہے اس کی بعض نہایت واضح مثالیں بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت اُمّ المومنین، حضرت سیدنا المصلح الموعود، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور دوسرے اکابر سلسلہ اس رائے پر متفق ہیں کہ پہلے دن چالیس بزرگوں نے بیعت کی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۸۔ سیرت مسیح موعودؑ از حضرت مصلح موعودؓ۔ سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۲۹۔ ذکر حبیب صفحہ ۵ مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی)

اس مسلّمہ حقیقت کے باوجود رجسٹر بیعت کے ابتدائی اوراق میں چالیس کی بجائے چھیالیس نام لکھے ہیں۔

۲۔ رجسٹر بیعت میں تینتالیسویں نمبر پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا اسم گرامی ونام نامی درج ہے۔ حالانکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی (بروایت حضرت مولانا عبداللہ صاحب سنوری) نے لکھا ہے کہ:

"بیعت اولیٰ کے دن مولوی عبدالکریم صاحب وہیں موجود تھے مگر بیعت نہیں کی۔"

(سیرت المہدی حصہ اوّل طبع دوم صفحہ ۲۰)

۳۔ دنیائے احمدیت کے نہایت ممتاز، مخلص اور فدائی بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی سوانح اور روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت اقدس نے بیعت کے لئے اشتہار دیا تو اگرچہ منشی روڑا خاں صاحب اشتہار بیعت ملتے ہی لدھیانہ روانہ ہو گئے تھے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور حضرت میاں محمد خاں صاحب کپور تھلوی دوسرے دن چل کر تیسرے دن صبح لدھیانہ پہنچے مگر کپورتھلہ کی ان تین بلند پایہ شخصیتوں نے بیعت اولیٰ کے پہلے روز ہی بیعت کر لی تھی۔ پہلے حضرت منشی روڑا خاں صاحب بیعت ہوئے پھر حضرت منشی ظفر احمد صاحب بعد ازاں حضرت محمد خاں صاحب۔

(اصحاب احمد جلد چہارم طبع اوّل صفحہ ۹۱)

مگر اس واقعہ کے برعکس رجسٹر بیعت میں ۲۰؍مارچ کی تاریخوں کے تحت نہیں، صرف حضرت منشی محمد خاں صاحب کا نام لکھا ہے اور بقیہ دو عشاقِ مسیح کے مبارک اسماء ۲۳؍مارچ میں درج کئے گئے ہیں۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان عالی مقام مجسّمہ اخلاص اور سرتاپا فدائیت وجودوں اور شمع مسیح کے زندۂ جاوید اور بے مثال پروانوں کی واقعاتی شہادتوں اور رجسٹر بیعت کے اس حیرت انگیز اور بالکل کھلے کھلے تفاوت و اختلاف کی آخری وجہ کیا ہے؟ اور کیا ان میں مطابقت کی کوئی صورت ممکن ہے؟

یہ ناچیز جواباً عرض کرتا ہے کہ اگر گہری تحقیق سے کام لیا جائے تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ رجسٹر بیعت کے اندراجات کی اصل اور بنیادی ترتیب بیعتِ اولیٰ کے مبائعین کی عملی بیعت کے اعتبار سے نہیں بلکہ قبل از وقت بیعت کی اطلاع دینے والوں یا بیعت کی خاطر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لدھیانہ پہنچ جانیوالوں کے اعتبار سے ہے۔ یہ محض قیاسی یا اجتہادی امر نہیں بلکہ اس کا سراغ براہ راست سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار سے بخوبی ملتا ہے جو حضور نے بیعتِ اولیٰ سے قبل فرمایا؛ ور جس میں رجسٹر بیعت کی غرض و غایت پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء میں بیعت کے لئے مستعد اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"اے اخوانِ مومنین (ایدکم اللّٰہ بروح منہ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصتاً بطلب اللّٰہ بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں واضح ہو کہ بالقاءِ رب کریم جلیل (جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع و اقسام کے اختلافات اور غلّ اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے ان کو بے برکت و نکمّا کر دیا ہے نجات دے کر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق بنا دے)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فوائد و منافع بیعت کہ جو آپ لوگوں کے لئے مقدر ہیں اس انتظام پر موقوف ہیں کہ آپ سب صاحبوں کے اسماء مبارکہ ایک کتاب میں بقید ولدیت و سکونت مستقل و عارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) بطور اندراج یادیں اور پھر جب وہ اسماء مندرجہ کسی تعدادِ موزوں تک پہنچ جائیں تو ان سب ناموں کی ایک فہرست تیار کر کے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی اس کی تمام بیعت کرنے والوں کی خدمت میں بھیجی جائے اور پھر جب دوسرے وقت میں نئے بیعت کرنے والوں کا ایک معتد بہ گروہ ہو جائے تو ایسا ہی ان کے اسماء کی بھی فہرست تیار کر کے تمام مبائعین یعنے داخلین بیعت میں شائع کی جائے۔ اور ایسا ہی ہوتا رہے جب تک ارادۂ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہنچ جائے ...... مگر چونکہ یہ کاروائی بجز اس کے بآسانی وصحت انجام پذیر نہیں ہو کہ خود مبائعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ و نشان بتفصیل مندرجہ بالا بھیج دیں اس لئے ہر صاحب کو جو صدق دل اور خلوص نامہ سے بیعت کرنے کے لئے مستعد ہیں تکلیف دی جاتی ہے کہ وہ بتحریر خاص اپنے پورے پورے نام و ولدیت و سکونت مستقل و عارضی وغیرہ سے اطلاع بخشیں یا اپنے حاضر ہونے کے وقت یہ تمام امور درج کرا دیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۵۲)

حضور انور کے محولہ بالا الفاظ سے ایک گم شدہ کڑی پر اطلاع ملتی ہے اور یہ صداقت نمایاں ہو کر ابھر آتی ہے کہ رجسٹر بیعت میں ناموں کا اندراج بیعت اولیٰ کے انعقاد سے بھی قبل شروع کیا جا چکا تھا لہٰذا یہ سمجھنا کہ اس رجسٹر میں عین بیعتِ اولیٰ کے وقت یا اس کے دوران یا معًا بعد اندراج ہوا یا اس میں درج شدہ تاریخ لازماً بیعت کی تاریخ ہو گی۔ (جہاں تک بیعت اولیٰ کے پہلے دن کا تعلق ہے) یقیناً صحیح نہیں ہو سکتا ہاں استثنائی طور پر یہ ضرور ممکن ہے کہ کسی بزرگ کی لدھیانہ پہنچنے، بیعت سے مشرف ہونے اور رجسٹر میں اس کے اندراج کی تاریخ ایک ہی ہو مگر یہ ایک اتفاقی چیز ہے جس کو بہرکیف کلیہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

سربستہ راز کا انکشاف

اس وضاحت سے یہ عقدہ لاینحل اور سربستہ راز بھی خود بخود منکشف ہو جاتا ہے کہ رجسٹر بیعت میں پہلے دن کی تاریخ میں بیعت کرنے والے چالیس بزرگوں کی بجائے چھیالیس بزرگوں کا کیوں ذکر ہے؟

• اور جب حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پہلے دن بیعت ہی نہیں کی تو پہلی تاریخ میں ان کا نام کیسے درج ہو گیا؟

• اسی طرح جب کپور تھلہ کے تینوں بزرگوں نے پہلے ہی دن بیعت کا اکٹھا شرف حاصل کیا تھا تو ان کے نام مبارک ۲۱ر اور ۲۳ر مارچ کی دو الگ الگ تاریخوں میں کیوں لکھے گئے؟۔

یہ اور اس نوعیت کی سب الجھنیں دشواریاں اور پیچیدگیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا وضاحتی اشتہار کی برکت سے بیک جنبش قلم ختم ہو جاتی ہیں اور گویا دن چڑھ جاتا ہے اور اب ہم اس کی بدولت یقین کی فولادی چٹان پر کھڑے ہو کر بلا تامل بتا سکتے ہیں کہ رجسٹر بیعت کے ابتدائی اوراق تو محض یہ راہ نمائی کرتے ہیں کہ کون کون سے بزرگوں نے بیعت پر آمادگی کی اطلاع دی۔ یا بیعت کی خاطر بیعت اولیٰ کے انعقاد سے قبل لدھیانہ تشریف لے آئے یہی اور صرف یہی وجہ ہے کہ ۲۳ر مارچ سے قبل حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سمیت لدھیانہ آنے والے چھیالیس بزرگوں کے نام ریکارڈ کئے گئے بعینہٖ اسی حکمت سے حضرت منشی روڑا خاں صاحب کا نام ان کے ورود لدھیانہ کے بعد ۲۱ر مارچ کو اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور حضرت محمد خاں صاحب کے اسماء مبارک ۲۳ر مارچ کو درج رجسٹر کئے گئے۔

اس وضاحت سے ضمناً یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ منشی ظفر احمد صاحب نے اپنے بیان کے مطابق لدھیانہ پہنچتے ہی بیعت اولیٰ کے پہلے روز دوسرے مخلصین کپورتھلہ کے ساتھ بیعت کی تھی اس لئے ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کی جو تاریخ ان کے نام کے ساتھ مندرج ہے حتمی طور پر وہی تاریخ بیعت اولیٰ کے آغاز کی ہے۔

المختصر! رجسٹر بیعت کے ابتدائی اوراق کی فہرست ہرگز ہرگز مبائعین کی واقعاتی ترتیب و تاریخ کے مطابق تیار و مرتب نہیں ہوئی لہٰذا ۱۹ر رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۱ر مارچ کو بیعتِ اولیٰ کا دن قرار دینے کا کوئی جواز نہیں۔

قمری شمسی تاریخوں میں مطابقت کا پیچیدہ مسئلہ اور اس کا آسان حل

اب تحقیق طلب صرف یہ دوسرا امر رہ جاتا ہے کہ حضرت مولانا عبداللّٰہ صاحب سنوری نے بیعتِ اولیٰ کی قمری تاریخ ۲۰ر رجب ۱۳۰۶ھ اور شمسی تاریخ ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء معیّن کی ہے۔ حالانکہ التوفیقات الالہامیۃ کی رو سے ۲۰ر رجب ۱۳۰۶ھ کو ۲۲ر مارچ ۱۸۸۹ء کا دن بنتا ہے۔ اس صورت میں آیا قمری تاریخ کو درست سمجھا جائے یا شمسی تاریخ پر اعتماد کیا جائے؟

اس ضمن میں یہ عاجز محض خدا کے فضل و کرم سے علیٰ وجہ البصیرت اس رائے پر قائم ہے کہ حضرت مولانا سنوری کی دونوں بیان فرمودہ تاریخیں ہی صحیح ہیں اور اگر کوئی "سہو" یا غلطی ہے تو وہ مصری نقشہ یعنی "التوفیقات الالہامیۃ" کی ہے جس میں ۱۳۰۶ھ کے جمادی الثانی کو انتیس دن کا شمار کر کے یکم رجب ۱۳۰۶ھ کو ۳ر مارچ ۱۸۸۹ء سے شروع کیا گیا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ اس سال جمادی الثانی انتیس (۲۹) کی بجائے تیس (۳۰) کا تھا اور یکم رجب ۱۳۰۶ھ کو ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء کی اور ۲۰ر رجب ۱۳۰۶ھ کو ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کی تاریخ تھی جیسا کہ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ (بیعت ۱۸۹۱ء وفات ۲۸ر جولائی ۱۹۴۰ء) کی مشہور و معروف "ایک سو بیس برس کی جنتری" سے ثابت ہے یہ جنتری حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں یکم ستمبر ۱۹۰۶ء کو اشاعت پذیر ہوئی تھی اس جنتری کے صفحہ ۲۱۷ پر مارچ ۱۸۸۹ء کا عیسوی، ہجری، فصلی اور بکرمی کیلنڈر حسب ذیل صورت میں درج ہے:۔

۱۸۸۹ء ۱۳۰۶ھ ۱۲۹۶ف سمت ۱۹۴۵

یوم	مارچ	جمادی الثانی / رجب	پھاگن فصلی	پھاگن سمت
جمعہ	۱	۲۸	۱۴	۱۵ بدی
شنبہ	۲	۲	۱۵	سدی
یکشنبہ	(۳)	(۳۰)	۱۶	۲
دوشنبہ	(۴)	(رجب)	۱۷	۳
سہ شنبہ	۵	۲	۱۸	۴
چہارشنبہ	۶	۳	۱۹	۵
پنجشنبہ	۷	۴	۲۰	۶
جمعہ	۸	۵	۲۱	۷
شنبہ	۹	۶	۲۲	۸
یکشنبہ	۱۰	۷	۲۳	۹
دوشنبہ	۱۱	۸	۲۴	۱۰

یوم	مارچ	جمادی الثانی / رجب	پھاگن بکرمی	پھاگن سمت
سہ شنبہ	۱۲	۹	۲۵	۱۱
چہارشنبہ	۱۳	۱۰	۲۶	۱۲
پنجشنبہ	۱۴	۱۱	۲۷	۱۳
جمعہ	۱۵	۱۲	۲۸	۱۴
شنبہ	۱۶	۱۳	۲۹	۱۵
یک شنبہ	۱۷	۱۴	۳۰	۱۶
دوشنبہ	۱۸	۱۵	چیت	بدی چیت
سہ شنبہ	۱۹	۱۶	۲	۲
چہارشنبہ	۲۰	۱۷	۳	۳
پنجشنبہ	۲۱	۱۸	۴	۴
جمعہ	۲۲	۱۹	۵	۶
شنبہ	۲۳	۲۰	۶	۷
یک شنبہ	۲۴	۲۱	۷	۸
دوشنبہ	۲۵	۲۲	۸	۹
سہ شنبہ	۲۶	۲۳	۹	۱۰
چہارشنبہ	۲۷	۲۴	۱۰	۱۱
پنجشنبہ	۲۸	۲۵	۱۱	۱۲
جمعہ	۲۹	۲۶	۱۲	۱۳
شنبہ	۳۰	۲۷	۱۳	۱۴
یک شنبہ	۳۱	۲۸	۱۴	۱۵

مندرجہ بالا کیلنڈر کے رو سے صاف کھل جاتا ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو یقیناً ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ کی تاریخ تھی۔ پس حضرت مولانا عبداللہ سنوری کی قمری، شمسی تاریخوں میں مکمل موافقت پائی جاتی ہے اور کسی قسم کا تضاد نہیں رہا بریں اختلاف تضاد کے مفروضہ پر ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو یوم البیعت تجویز کئے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضرت قمر الانبیاء کا ناطق فیصلہ

چنانچہ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اپنے ایک تحقیقی افروز نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"میاں عبداللہ صاحب سنوری نے پہلے دن بیعت کی تاریخ ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء بیان کی ہے۔ مگر رجسٹر بیعت کنندگان سے پہلے دن کی بیعت ۱۹ رجب اور ۲۱ مارچ ظاہر ہوتی ہے یعنی نہ صرف تاریخ مختلف ہے بلکہ قمری اور شمسی تاریخوں میں مقابلہ بھی غلط ہو جاتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے میں نے گزشتہ جنتری کو دیکھا تو زبانی روایت والی مطابق زبانی روایت ۲۰ رجب کو ۲۳ مارچ ثابت ہوتی ہے۔ پس یا تو رجسٹر کا اندراج چند دن بعد میں ہونے کی وجہ سے غلط ہو گیا ہے اور یا اس میں چاند کی رویت جنتری کے اندراج سے مختلف ہوئی ہوگی۔"

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ مطبوعہ ۲۳ فروری ۱۹۳۹ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا

بے مثال عشق رسولؐ

روایت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ محرم کا پہلا عشرہ تھا قادیان میں تعزیوں کا میلہ لگتا تھا اس لئے مجھے ٹھیک یاد ہے ہم سب دن بھر کے لئے باغ گئے ہوئے تھے انجیر کے قطعہ میں مَیں نے اور مبارک احمد میرے مرحوم بھائی نے ایک کھچوا دیکھا اور اس کو اٹھا کر حضرت مسیح موعودؑ کے پاس لائے آپؑ اس وقت باغ والے مکان کے سامنے دائیں ہاتھ کے رُخ کھڑکی کے قریب ایک چارپائی پر لیٹے تھے اور تنہا تھے۔ ہم نے جا کر کچھوا دکھایا فرمایا:-

"یہ کچھوا ہے لوگ کہتے ہیں اس کی بہت بڑی عمر ہوتی ہے"

خیر ہم لوگوں کی خاطر سے کچھوے میں دلچسپی لے کر فرمایا کہ:-

"آؤ۔ آج تم کو محرم کی کہانی سنائیں"

ہم دونوں آپؑ کے پاس بیٹھ گئے اور آپؑ نے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعات سنانا شروع کئے فرمایا کہ:-

وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے تھے اور ان کو منافقوں نے۔ ظالموں نے بھوکا پیاسا کربلا کے میدان میں شہید کر دیا۔ اُس دن آسمان سرخ ہو گیا تھا چالیس روز کے اندر اُن قاتلوں کو خدا تعالیٰ کے عذاب نے پکڑ لیا کوئی کوڑھی ہو کر مرا۔ کسی پر کوئی عذاب آیا۔ کسی پر کوئی۔ نیز یزید کے ذکر پر "یزید پلید" آپؑ فرماتے تھے مجھے خوب یاد ہے یہ مَیں نے مختصراً لکھا ہے۔ یعنی وہ آپ کے الفاظ جو مجھے بالکل ٹھیک یاد رہ گئے تھے۔ ورنہ کافی لمبے واقعات سب تفصیل سے آپؑ نے ہم کو سنائے تھے اور حالت یہ تھی کہ آپ کے گوشہ ہائے چشم سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور آپ انگشت شہادت سے برابر پونچھتے جاتے تھے۔ آپؑ پر رقت طاری تھی۔ اور آواز میں انتہائی درد تھا جس کا آج تک میرے دل پر اثر ہے اور وہ کیفیت مجھے ہمیشہ یاد آتی ہے۔ جب آپؑ پر آل رسولؐ کی ہتک کا اتہام لگانے کو دشمن منہ کھولتے ہیں۔

میری اس خاندان میں شادی ہوئی جس میں کافی قریبی عزیز شیعہ تھے مَیں نے مجالس بھی دیکھی ہیں اور آہ و بکا و ماتم بھی۔ لیکن وہ سب مصنوعی اور مرثیوں کے زیر اثر۔ نیز ماحول کا پیدا کردہ۔ بلکہ جبری سا رونا پیٹنا ہوتا ہے کہ دیکھ کر گھن آتی ہے بجائے اس کے کہ کچھ اثر ہو۔

مگر آپ نے صرف دو بچوں کے سامنے تنہائی میں سادہ الفاظ میں ذکر شہادت حسینؓ کا کرتے ہوئے اصلی اور قیمتی آنسو جو بہہ گئے وہ صرف اسی عاشقِ صادق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ تھا۔ ویسے بھی آپؑ جب بھی حضرت رسول کریمؐ کا نام لیتے تھے ضرور تھا کہ آپؑ کے آنسو آ جائیں۔ اور اسی خاص انداز سے انگلی سے پونچھتے جایا کرتے تھے اور باتیں کرتے رہتے میری یاد میں اس کے خلاف کبھی نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ کبھی بھی آپؑ بغیر آبدیدہ ہوئے اپنے محبوب کا ذکر نہ کر سکتے تھے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد۔

نقشہ مبارکہ

(منقول از رسالہ اصحاب احمدؑ قادیان بابت مئی ۱۹۵۶ء)

نمائندگان بدر جماعت احمدیہ بھارت

بدر کی توسیع اشاعت اور خریداران و مشتہرین سے ان کے واجبات کی بروقت وصولی و حساب فہمی کی غرض سے بھارت کی بڑی بڑی جماعتوں میں بدر کے مستقل نمائندگان کی تقرری زیر غور ہے۔ حیدر آباد و سکندر آباد، گیر گلبرگہ، یتھاپور، دیودرگ اور ناصر آباد کے لئے نامزد کردہ نمائندگان کے نام گزشتہ شمارہ میں دیئے جا چکے ہیں۔ کیرنگ (اڑیسہ) کے لئے مکرم سیف الرحمٰن صاحب بی اے بی ایڈ کو نامزد مقرر کیا گیا ہے۔ خریداران و معاونین خاص سے درخواست ہے کہ وہ موصوف سے کما حقہٗ تعاون فرمائیں۔ دیگر بڑی جماعتوں کے امراء و صدر صاحبان اور مبلغین و معلمین کرام سے بھی درخواست ہے کہ وہ بدر کے لئے موزوں اور مخلص و مستعد احباب کے نام تجویز کر کے دفتر بدر کو ارسال فرمائیں۔

مینیجر ہفت روزہ بدر

نامزدگی ناظم ضلع بالاسور (اڑیسہ)

مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب احمدی بی اے سورو کو دسمبر ۱۹۸۷ء تک کے لئے ناظم ضلع بالاسور (اڑیسہ) نامزد کیا گیا ہے۔ اس حلقہ کی جملہ مجالس انصار اللہ کے عہدیداران اور اراکین سے گزارش ہے کہ وہ موصوف سے کما حقہٗ تعاون فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

درخواست دعا

مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ٹیچر بانگر اپنی صحت و سلامتی اور اپنے بچوں کے نیک صالح خادم دین بننے کے لئے نیز ان کے کاروبار میں برکت اور ترقی کے لئے تا دینی بادر سے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔

خاکسار۔ بشارت احمد حیدر قادیان

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پُرغم وصال

از مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور چھاؤنی۔ پاکستان

آج سے ۷۹ سال قبل یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کا وصال ہوا تھا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس سانحۂ عظیمہ کے متعلق حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں ؎

یاد ہے چھبیس ۲۶ مئی سن آٹھ حزب المومنین
وہ غروبِ شمس وقتِ صبحِ محشر آفریں
دیکھنے پائے نہ جی بھر کر کہ رخصت ہو گیا
مشعلِ ایمان جلاکر نورِ دورِ آخریں
ہاتھ ملتے رہ گئے سب عاشقانِ جاں نثار
لے گیا جانِ جہاں کو گود میں جاں آفریں

وہ خوش نصیب تو اب بہت کم رہ گئے ہیں جن کو حضرت اقدس کا زمانہ اور حضور کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضور کی وفات پر اُن کے جذبات و احساسات کی عکاسی تو اُوپر کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے اشعار ہی سے ہوتی ہے۔ لبعد میں آنے والوں کے احساسات، اپنے بزرگوں کے نمونے، اُن کی روایات اور تاریخ کے صفحات کی روشنی میں مرتب ہوں گے۔ لیکن ایک روحانی اور دِلی تعلق جو محض خدا داد ہے، حضور کی وفات پر پیدا ہونے والے درد و غم کی اس کیفیت میں بعد میں آنے والوں کو بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ اور یقیناً آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے دس ملین سے زائد نفوس کچھ ایسی ہی کرب اور غم کی حالت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ واللّٰہ علیٰ ما اقول شہید۔

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ انیسویں صدی مُسلم دُنیا کے لئے نہایت تشویش اور اذیت ناک حادثات سے بھری ہوئی تھی۔ انہی حادثات و حالات کو دیکھ کر برصغیر میں علامہ حالیؔ کی بے چین رُوح پکار اُٹھی ہے ؎

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمّت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ اُمّت کے نگہباں
بیڑہ یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
(مسدس حالیؔ)

علامہ اقبالؔ اپنے مخصوص اندازِ کلام میں مسلمانوں کی کیفیت کا ذکر فرماتے ہیں ؎

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دِل خُوگر ہیں
اُمّتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں
بُت شکن اُٹھ گئے، باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا ابراہیم پدر، اور پسر آذر ہیں
رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے
شور ہے ہو گئے دُنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مُسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یُوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
(بانگِ درا)

اور پھر اُن کی فراست پکار اُٹھتی ہے ؎

یہ دَور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
(ضربِ کلیم)

ان دردناک حالات میں بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے اذنِ الٰہی سے اپنا مشن جاری فرمایا۔ وہ اکیلے تھے۔ قادیان کی چھوٹی سی ایک گمنام بستی سے آپ نے آواز بلند فرمائی۔ اپنے ابتدائی حالات کے بارہ میں حضور خود فرماتے ہیں ؎

مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لیکن حضور کی طرف سے تائیدِ دینِ حق میں پہلی معرکۃ الآراء تصنیف کی اشاعت پر ہی جس کا نام "براہین احمدیہ" رکھا گیا تھا اور جس میں حق و صداقت اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لائے ہوئے سچے اور آخری دین کے مخالفین کو مقابلہ کا کھلا چیلنج دیا گیا تھا، ملک کے نامور عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے تحریر کیا :-

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا ...... ہمارے اِن الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفینِ اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص ...... کی نشاندہی کرے جنہوں نے ...... مخالفینِ اسلام و منکرینِ اسلام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ ..... دعویٰ کیا ہو ...."

(اشاعت السنہ جلد ۶)

اور جب مئی ۱۹۰۸ء میں حضور کی وفات ہوئی تو اہلِ علم اور اہلِ قلم بے اختیار یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے :-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسم تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا .... دُنیا سے اُٹھ گیا .... اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہیں، مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے .... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔"

(اخبار وکیل)

حضرت اقدس کی وفات پر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن ہی ایک اور روح کو تڑپا دینے والا واقعہ بھی ہوا تھا۔ جو عظیم دخترِ احمدیت حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے الفاظ میں یہ تھا ؎

اک جوانِ منحنی اُٹھا بعزمِ استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دِل نشیں
شوکتِ الفاظ بھرّائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
مَیں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
مَیں تیری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں

قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر اولوالعزم فرزندِ ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے باون سالہ دور کے تمام شب و روز بلکہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اُس "عہدِ راسخ" کو زیادہ سے زیادہ نبھاتے چلے جانے پر زندہ گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور تا قیامت آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ تقدیرِ الٰہی کے ماتحت "ذریتِ مبشرہ" اور "قدرتِ ثانیہ" آئندہ تا قیامت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ جاری کیئے گئے مشن کی آبیاری نیز ترقی اور کامرانی کی منازل کے طے ہوتے چلے جانے کا زندہ تابندہ نشان ہیں۔

حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایتِ اسلام کی ڈالے گا .... اس لئے اُس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اُس سے وہ اولاد پیدا کرے جو اُن نُوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دُنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے .... خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔" (تریاق القلوب)

نیز حضور جماعت احمدیہ کو اپنی وفات کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنّت اللّٰہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے .... سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو

میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی“

(الوصیت)

حضرت اقدس نے مستقبل میں سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرتؐ کے لائے ہوئے آخری اور کامل دین کی مکمل فتح اور غلبہ کی خبر ان الفاظ میں دی ہے:۔

”دُنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پُھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے“

(تذکرۃ الشہادتین)

یہ قادیان کے ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ راقم الحروف کی نوجوانی کا۔ ایک خوشگوار اور سر سبز و شاداب ماحول میں خدام الاحمدیہ یعنی احمدی نوجوانوں کا سالانہ اجتماع تھا۔ ملک کے طول و عرض سے آنے والے نوجوان بھائی اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خیموں میں مقیم تھے۔ نماز تہجد کے وقت سے لے کر رات گئے تک درس قرآن و حدیث، علمی اور ورزشی مقابلوں اور تلقین عمل کے پروگرام جاری رہتے۔ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر کے پُر نور چہرہ اور آپ کے پُر شوکت کلمات کی سحر آفرینی کا بیان یقیناً اس عاجز کی طاقت سے باہر ہے۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس (خدام الاحمدیہ) کی ہمہ وقت مصروف شخصیت کو صبح سے شام تک نوجوان مشتاقین کی کثیر موقع اور ہر مقام پر دکھائی دیتی نظر آتی تھی۔ کہیں کارکنوں کو ہدایات دے رہے ہیں۔ کہیں مختلف مقابلوں کے معائنہ میں مصروف ہیں۔

پھر اسٹیج پر تلقین عمل اور شوریٰ کے اجلاسوں کی صدارت فرما رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ مستعد، منتظم اور باوقار معاونین اور منتظمین کی ٹیم تھی۔ اُس ٹیم کے درمیان ایک حسین ہونہار اور اُبھرتا ہوا نوجوان بھی تھا صحت مند، انتہائی محنتی، نہایت ذہین، حاضر جواب، خوش اطوار اور خوش گو۔ نہ جانے کیا کیفیت طاری ہوئی کہ اسٹیج پر وہ فارسی الاصل نوجوان نظم پڑھنے تشریف لایا اور انتہائی سوز، درد اور بے قرار رُوح کے ساتھ ”کلام محمودؓ“ میں سے یہ نظم پڑھی کہ

وہ نِکاتِ معرفت بتلائے کون
جامِ وصلِ دلرُبا پلوائے کون
ڈھونڈتی ہے جلوۂ جاناں کو آنکھ
چاند سا چہرہ ہمیں دکھلائے کون
کون دے دِل کو تسلّی ہر گھڑی
اب اُٹھے وقتوں میں اُٹھ کے آئے کون
کون دکھلائے ہمیں راہِ ہُدیٰ
حضرتِ بار یکا سے اب ملوائے کون

محبوب کی جدائی سے ایک محبت کرنے والے دِل پر جو گذرتی ہے اور عاشقانِ زار کی روحیں احساس فرقت کی آگ میں جس طرح جلتی رہتی ہیں، وہ کیفیت اُس وقت یقیناً ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آگئی تھی۔ کون سی آنکھ تھی جو اشکبار نہیں تھی۔ کون سا دل تھا جو سوز و گداز کی کیفیت میں ڈوب نہیں چکا تھا۔ اور کون سی روح تھی جو درد فرقت کے احساس سے تڑپ نہیں اُٹھی تھی!

آج وہ فارسی الاصل نوجوان بفضلہ تعالیٰ قدرت ثانیہ کے چوتھے مظہر کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کی امامت کے منصب پر فائز ہیں۔ مگر آج ہم فرقت محبوب کی دوہری کیفیت محسوس کر رہے ہیں۔ آج ہمارے دل جدائی کی درد سے ہمارے تلووں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ ہمارے آنسو رُک نہیں سکتے اور ہماری آہیں تھم نہیں سکتیں۔ اگرچہ ہماری زبانیں خاموش ہیں۔ اور ہم بے بس اور مجبور ہیں۔

… ناپائدار دُنیا میں زندگی کا اعتبار نہیں۔ اور اگر اسی حالت میں ہم سپرد خاک ہو گئے تو اے سر زمین وطن! تم گواہی دینا ہم کس طرح تجھ پر بوجھ پیشانیاں خدا سے رحمان اور قدیر کے حضور سجدہ ریز …

ہوتی ہیں۔ اور اے ذہن کی ہواؤ! اے آسمانو! تم بھی گواہی دینا کہ ہم عاجزوں کی آہ و بُکا تمہاری بلندیوں کو چیرتی ہوئی ربّ العرش کے حضور جاتی ہے، کہ ہمارے دلوں پر کیا گذر رہی تھی۔ اور مستقبل

کے مؤرخ کو بتا دینا کہ آج ہم دور افتادہ غلاموں کی یہی پکار تھی کہ

کون ہے جو دل کو میرے صبر و قرار
اشکِ خونیں آنکھ سے پونچھے کون

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین☆

ختم اور خاتم

(سے) انعکاسی اور ظلی نبوت کا ثبوت

از مکرم سید عبد العزیز صاحب احمدی مقیم نیو جرسی۔ امریکہ

خاتم اور ختم کے معنی ذریعہ تاثیر کے ہیں۔ اس کے علاوہ خاتم اور ختم کے معنی اثر کے بھی ہیں۔ جو تاثیر کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔

کبھی اثر سے مجازاً مراد بند اور ختم بھی ہوتا ہے۔ غیر احمدی علماء بغیر کسی قرینہ کے موجود ہونے کے خاتم الانبیاء کے معنی بند اور ختم کے کر لیتے ہیں۔

خاتم الانبیاء کی ترکیب قطعاً یہ اجازت نہیں دیتی کہ اُس کے معنی بند اور ختم کے کئے جائیں۔ کیونکہ خاتم کے معنی اوّل یعنی ذریعہ تاثیر کے کئے جائیں تو معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر قدسی اور افاضہ روحانی کے نتیجہ میں انبیاء جو آثار اور اظلال ہیں ظہور میں آئے۔

اگر خاتم کے معنی اثر کے کئے جائیں تو آنحضرتؐ دوسرے انبیاء کے فیض کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور انبیاء تاثیر قرار پاتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

فی الحقیقت ایک مُہر سے بہت سے آثار پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں مُہر تاثیر کے معنی میں ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ بہت سی مہریں مل کر ایک اثر پیدا کریں۔ علماء کے معنی اختیار کرنے سے خلاف حقیقت امر وقوع میں آتا ہے جو قرآن کی شان کے خلاف ہے۔

علماء کے معنی کے لحاظ سے بہت سی اصل اور حقیقی مہریں مل کر ایک نقش اور اثر پیدا کرتی ہیں۔ یہ امر خلاف حقیقت ہے۔ اس لئے یہ معنی غلط ہیں نیز ان معنی کے لحاظ سے حقیقی خاتم انبیاء قرار پاتے ہیں اور وہ آنحضرتؐ کی نبوت کو بند کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

ابدی نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ابدی ہے اور اُس کے ابدی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپؐ خاتم ہیں یعنی آپؐ کے توسط سے اور آپؐ کی پیروی سے آئندہ فیضی نبوت حاصل ہو گا۔

جب تک کوئی حاکم اپنے عہدہ پر قائم ہے اُس کی مُہر کام کرتی ہے۔ اور اُس کی مُہر کا دستاویز پر ثبت ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس کا حکم جاری ہے۔ جب کوئی حاکم معطل کر دیا جائے تو اُس کی مُہر کو ثبت کرنا بند کر دیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کے ثبوت کے لئے یہ ضروری تھا کہ آپؐ کا ظل اور مظہر ہو۔ انعکاسی اور ظلی نبوت کا مفہوم لفظ خاتم سے مستنبط ہے۔

تمیز اور فرق بیان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک مُہر کو حقیقی مُہر کہا جائے اور دوسری مُہر کو انعکاسی یا ظلی قرار دیا جائے۔

اس طرح جو نبوت خاتم کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اُس کو انعکاسی یا ظلی نبوت کہنا ہی درست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور آپ تک جو نبوتیں تھیں وہ براہ راست اور بلا واسطہ تھیں۔ آنحضرتؐ چونکہ خاتم ہیں آپ کے بعد توسط کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور تمام براہ راست نبوتیں ختم اور بند ہو گئی ہیں۔ آنحضرتؐ کا خاتم ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو بند کرتا ہے کیونکہ وہ براہ راست نبوت ہے۔ اور آنحضرتؐ کا واسطہ درمیان میں نہیں ہے۔ توسط والی نبوت آنحضرتؐ کی اپنی نبوت ہے۔ تمام پہلے انبیاء کی نبوتیں بلاواسطہ تھیں۔ ایسی نبوتوں کو مستقل نبوت کہنا درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود نے تمام پہلی نبوتوں کا خاتمہ کیا ہے اور تمام پہلے ادیان کا خاتمہ کیا ہے۔ لیکن اپنی نبوت کا سلسلہ توسط سے جاری کیا ہے۔ آپؐ کی نبوت دائمی نبوت ہے☆

ہر اک کو کلمہ پڑھائیں کہ احمدی ہیں آپ

نتیجۂ فکر محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مرحوم و مغفور

دوئی جہاں سے مٹائیں کہ احمدی ہیں آپ / گلے ہر اک کو لگائیں کہ احمدی ہیں آپ

صداقتوں کے جواہر حقیقتوں کے گہر / ہر ایک سمت لُٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

فقط خدا سے ڈریں اور سرِ نیاز اپنا / اُسی کے آگے جھکائیں کہ احمدی ہیں آپ

جہاں جہاں بھی تسلط ہے ظلمتوں کا وہاں / چراغ حق کے جلائیں کہ احمدی ہیں آپ

بھٹک گئی ہیں جو اقوام جادۂ حق سے / پھر اُن کو راہ پہ لائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہر ایک ملک میں لہرا کے پرچمِ اسلام / ہر اک کو کلمہ پڑھائیں کہ احمدی ہیں آپ

نہ حق کسی کا دبائیں نہ خود کسی سے دبیں
نہ دل کسی کا دُکھائیں کہ احمدی ہیں آپ

سدا مہکتا رہے جن سے گلشنِ اسلام / وہ پھول اُس میں کھلائیں کہ احمدی ہیں آپ

پڑھا کے کلمۂ توحید اہلِ مغرب کو / نصیبہ اُن کا جگائیں کہ احمدی ہیں آپ

کبھی نہ لوٹیں گے لمحات عمرِ رفتہ کے / نہ عمر یونہی گنوائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہیں راہیں کھل گئیں تبلیغ کی پھر اندلس میں / ترانے حمد کے گائیں کہ احمدی ہیں آپ

خدا کرے وہاں اسلام پھر سے غالب ہو / کریں سدا یہ دعائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہے فتح پائی پھر اُس ملک پر محبت سے / فریضہ یہ نہ بھلائیں کہ احمدی ہیں آپ

نہ جاہ و حشمتِ مغرب سے ہوں کبھی مرعوب / کسی سے خوف نہ کھائیں کہ احمدی ہیں آپ

دیئے بجھا کے دلوں سے غرور و نخوت کے
وفا کے دیپ جلائیں کہ احمدی ہیں آپ

کسی کو بحرِ ضلالت میں ڈوبنے مت دیں / بچا سکیں تو بچائیں کہ احمدی ہیں آپ

"نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے" / گرے ہوؤں کو اٹھائیں کہ احمدی ہیں آپ

جو دل فگار ہیں آپ اُن کے غمگسار بنیں / اور اُن کا درد بٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

بھنور سے کشتیٔ اُمت ابھی نہیں محفوظ / اُسے کنارے لگائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہمیشہ پچھلے پہر رات کے اندھیروں میں / دُعا کے تیر چلائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہزار ظلم و ستم ڈھائے دشمنِ اسلام / نہ ہاتھ اُس پہ اُٹھائیں کہ احمدی ہیں آپ

زباں کھُلے نہ عدو پر کبھی بد دُعا کے لئے
سہیں خوشی سے جفائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہے جس کا کام ہی دشنام اور گالی گلوچ / اُسے بھی اپنا بنائیں کہ احمدی ہیں آپ

کریں نہ شکوہ زمانے کی سرد مہری کا / ہمیشہ صبر دکھائیں کہ احمدی ہیں آپ

جو دودھ اُترا ہے افلاک سے بشر کے لئے / وہ دودھ سب کو پلائیں کہ احمدی ہیں آپ

دھندلکے وہم و گماں کے مٹا کے ہر دل سے / یقیں کی شمعیں جلائیں کہ احمدی ہیں آپ

کبھی نہ ذکرِ الٰہی سے دل رہے غافل / نہ بھولیں اُس کی وفائیں کہ احمدی ہیں آپ

امامِ وقت کے نقشِ قدم پہ چلنے کو / شعار اپنا بنائیں کہ احمدی ہیں آپ

علومِ دنیا و دیں حق نے جو کئے ہیں عطا / وہ ہر کسی کو سکھائیں کہ احمدی ہیں آپ

خلافِ سنت و قرآں ہیں جو رسم و رواج / انہیں جہاں سے مٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

نبیؐ کے اُسوۂ حسنہ سے اپنا قول و عمل / بصد خلوص سجائیں کہ احمدی ہیں آپ

دلوں میں جوت جگائیں باہم اخوت کی
ہر اک سے پیار بڑھائیں کہ احمدی ہیں آپ

کریں نصیحت و تلقینِ خیر ہر اک کو / بشر کو شر سے بچائیں کہ احمدی ہیں آپ

جو فرضِ منصبی اپنا بھلائے بیٹھے ہیں / انہیں وہ یاد دلائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہمیشہ ظاہر و باطن کو رکھیں پاکیزہ / ہر عہد اپنا نبھائیں کہ احمدی ہیں آپ

لبوں پہ جھوٹ کبھی بھول کر بھی آ نہ سکے / زباں کو اس سے بچائیں کہ احمدی ہیں آپ

ادب بڑوں کا کریں اور رحم چھوٹوں پہ / ہر اک کا ہاتھ بٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

کریں کسی پہ جو احساں فقط خدا کے لئے / کبھی اُسے نہ جتائیں کہ احمدی ہیں آپ

خدا کی راہ میں ہمیشہ ہی مال و زر اپنا / بصد خلوص لُٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

وہ غم کے مارے جو اپنوں سے ہیں جدا اُن کو
بہم ملا کے دکھائیں کہ احمدی ہیں آپ

ضرر رساں جو کوئی چیز راہ میں دیکھیں / تو اُس کو رہ سے ہٹائیں کہ احمدی ہیں آپ

ہو اشک شوئی یتامیٰ کی بیوگان کی مدد / اور اُن کی بگڑی بنائیں کہ احمدی ہیں آپ

کہیں جو بھائی سے بھائی ہو برسرِ پیکار / تو اُن میں صلح کرائیں کہ احمدی ہیں آپ

امام و مہدیٔ دوراں کا ہو چکا ہے ظہور / یہ مژدہ سب کو سنائیں کہ احمدی ہیں آپ

جو مر رہے ہیں نہ صدیقؔ اُن کو مرنے دیں
مرے ہوؤں کو جلائیں کہ احمدی ہیں آپ

درخواست ہائے دعا

✦ محترمہ مریم بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم میاں مبارک احمد صاحب راج باغ سرینگر بشمول اعانت بدر مختلف مدات میں دو صد اکیس روپیہ ادا کر کے اپنے شوہر مکرم میاں مبارک احمد صاحب، فرزندان عزیز جمشید احمد و دانش احمد سلمہما، بہو عزیزہ رخسانہ سلمہا، نواسہ، پوتے اور خود کی صحت و سلامتی، پریشانیوں کے ازالہ اور بیش از بیش خدمتِ دین کی توفیق پانے کے لئے ✦ مکرم عبد السلام صاحب ٹاک صدر و سیکرٹری مال جماعت احمدیہ سرینگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت و سلامتی اور دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ✦ مکرم محمد عبد اللہ صاحب میر سیکرٹری مال جماعت احمدیہ گاگرن (کشمیر) اپنی بیٹی عزیزہ امۃ الحفیظ سلمہا کو باعزت ملازمت ملنے کے لئے ✦ مکرم سید انوار الحق صاحب سیسوار (بھوپال) مشکلات اور پریشانیوں کے ازالہ اور پیش نظر مقاصد میں حصول کامیابی کے لئے ✦ مکرم عبد الرزاق صاحب منڈاشی مجدروالی قادیان اپنے پوتے عزیز محمد لطیف منڈاشی سلمہ ابن عزیز ماسٹر محمد شریف منڈاشی صاحب کی میٹرک کے امتحان میں کامیابی کی خوشی میں دس روپے اعانت بدر میں ادا کر کے عزیز کی صحت و سلامتی اور خادمِ دین بننے کے لئے قارئین بدر سے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں۔ (ادارہ)

دُعائے مغفرت

(۱) افسوس! عزیز بشیر الدین بشیر ابن مکرم حافظ الدین صاحب درویش مرحوم مورخہ ۵ ر اور ۶ ر مارچ کی درمیانی شب بوقت قریبًا ڈیڑھ بجے دل کا شدید حملہ ہونے کے باعث وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوقتِ وفات عزیز کی عمر قریبًا ۲۶ سال تھی۔ اور حیدر آباد کی ایک یتیم بچی عزیزہ نسیم اختر سلمہا کے ساتھ ان کی شادی ہوئے ہنوز تین ماہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ صبح ہوتے ہی یہ اندوہناک خبر محلہ احمدیہ کے ساکنین پر بجلی بن کے گری جس نے ہر فرد کو افسردہ و غمگین بنا دیا۔

عزیز مرحوم ایک صحت مند، جفاکش اور ہنس مکھ نوجوان تھے۔ بحیثیت مددگار کارکن نظارت علیا میں خدمت سلسلہ بجالانے کے ساتھ ساتھ زائد اوقات میں نجاری کا ذاتی کام بھی کرتے تھے۔ مورخہ ۶/۳/۸۶ کو بعد نمازِ جمعہ لنگرخانہ کے صحن میں محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز قائم مقام امیر مقامی نے عزیز مرحوم کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بعدہٗ میّت کو عام قبرستان میں لے جا کر سپردِ خاک کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر محترم ملک صلاح الدین صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے اجتماعی دُعا کرائی۔

عزیز کی اندوہناک وفات ان کی والدہ، جواں سال بیوہ اور بھائی بہن کے لئے ناقابلِ برداشت صدمہ کا رنگ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے اور اُن کا کفیل و کارساز ہو۔ آمین۔

(اِدارہ)

(۲) — افسوس! خاکسار کے بہنوئی مکرم ممّو ماسٹر صاحب کمبلا (کیرالہ) مورخہ ۲۱/۲/۸۶ کو بوقت دس بجے شب دِل کا شدید دورہ پڑنے کے باعث انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم جماعتِ احمدیہ کمبلا کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ قبولِ احمدیت کے بعد آپ کو لمبے عرصے تک شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ازاں بعد آپ کے دو بھائیوں مکرم موسیٰ ماسٹر صاحب اور مکرم کنہی احمد صاحب کو بھی قبولِ حق کی توفیق ملی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے سوگوار بیوہ کے علاوہ تین لڑکے عزیزان بشیر احمد، ناصر احمد نیر اور عبدالواحد اور ایک بیٹی اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ قارئین سے مرحوم کی مغفرت و بلندیٔ درجات اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار:- سی۔ مبارک احمد سیکرٹری تعلیم جماعتِ احمدیہ کوڈلی (کیرالہ)

(۳) — افسوس! میری اہلیہ مکرمہ شاہ بیگم صاحبہ مورخہ ۲۲/۱/۸۶ کو بوقت گیارہ بجے شب مختصر سی علالت کے بعد اس دارِ فانی سے انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نیک، صوم و صلوٰۃ کی پابند، خوش اخلاق اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ قارئین سے درخواستِ دُعا ہے کہ مولا کریم اپنے فضل سے مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ آمین۔

خاکسار:- محمد عبداللہ میر سیکرٹری مال جماعت احمدیہ ناگرن (کشمیر)

(۴) — افسوس! مکرم راجہ مظفر احمد خان صاحب سُندر باڑی (کشمیر) مورخہ ۷/۸ فروری کی درمیانی شب بوقت قریبًا چار بجے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مکرم راجہ محمد ابراہیم خان صاحب صدر جماعت نے مرحوم کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں احبابِ جماعت کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر از جماعت دوست بھی شامل ہوئے۔

مرحوم تہجد گزار، پابندِ صوم و صلوٰۃ، دُعا گو، سادہ طبع اور تبلیغ کا جوش رکھنے والے احمدی تھے۔ قبولِ احمدیت کی پاداش میں لاکھوں کے کاروبار اور جائیداد سے محروم ہوئے۔ مگر اُن کے پائے ثبات میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ مرحوم بفضلہٖ تعالیٰ مُوصی تھے۔ اور مرکزی نمائندگان کی خدمت کرنے میں دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔ قارئین سے مرحوم کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

خاکسار:- سیّد امداد علی معلّم وقفِ جدید۔ اِندورہ (کشمیر)

یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

{ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے }

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیش کردہ } کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرس، سٹاکسٹ جیون ڈریسز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک - ۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)

پروپرائیٹر:۔ شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر:۔ 294

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں!"

(ارشاد حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

محتاجِ دعا:۔ اقبال احمد جاوید مع برادران، جے۔ این روڈ لائنز اینڈ جے۔ این انٹرپرائسز

NO. 75, FARAH COMMERCIAL COMPLEX
J. C. ROAD, BANGALORE - 560002.
PHONE :- 228666.

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے۔" } ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

احمد الیکٹرانکس،
کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

گڈلک الیکٹرانکس،
انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

ایمپائر ریڈیو۔ ٹی وی۔ **اُوشا** پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس!

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔
- عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خودنمائی سے اُن کی تذلیل۔
- امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔

(کشتی نوح)

M. MOOSA RAZA SAHEB & SONS.
6 - ALBERT VICTOR ROAD, FORT.
GRAM:- MOOSA RAZA
PHONE:- 605558. } BANGALORE - 560002.

پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

(پیشکش)

SAIRA Traders

WHOLE SALE DEALER IN HAWAI & PVC. CHAPPALS.
SHOE MARKET, NAYAPUL, HYDERABAD - 500002.
PHONE NO. 522860.

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص۳۱)

فون نمبر:۔ ۴۲۹۱۶ ——— ٹیلیگرام "ALLIED"

الائیڈ پروڈکٹس،

سپلائرز:۔ کرشنڈ بون۔ بون میل۔ بون سینیوس اور ہارن ہُوفس وغیرہ

(پتہ)

نمبر ۲/۴/۲۴۰ عقب کاچیگوڑہ ریلوے سٹیشن۔ حیدرآباد ۲۷ (آندھرا پردیش)

Regd. No P. GDP 3 — The Weekly Badr QADIAN 143516 — Phone No. 35

19 th. MARCH 1987. — MASEEH-E-MAUOOD NUMBER — PRICE Rs. 2-00.

Only Title Printed at HAMDARD PRINTING PRESS JALANDHAR